

ٹانگیل بار اول

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کہ یہ رسالہ مبارکہ جسمیں اخوندزادہ سرائد علماء
کامل اور شیخ اجل افغانستان اور عہدین اعظم خوت
مولوی محمد عبد اللطیف صاحب مرحوم کی شہادت
کا ذکر ہے اور نیران کے شناگر دشید
سیاں عبدالرحمان کے شہید ہوئے
حالات کو مرتباً بیفڑہ تھے
نام اسکا مندرجہ ذیل کھاگیا یعنی

مَكْرَةُ الشَّهَادَتِينَ

مع رسالہ عربی و علامات المقربین
اور یہ رسالہ مطبع ضیاء الاسلام فاؤنڈیشن میں باہتمام
حکیم مولوی فضل الدین صاحب لک مطبع
کتوبر کے ہنینین چماک پڑائیں کیا گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِینَ اصْطَفَیْ

اس زمانہ میں اگرچہ آسمان کے نیچے طرح طرح کے ظلم ہورہے ہیں۔ مگر جس ظلم کو
ابھی میں ذیل میں بیان کروں گا وہ ایک ایسا دردناک حادثہ ہے کہ دل کو ہلا دیتا ہے۔ اور
بدن پر لرزہ ڈالتا ہے۔

اس امر کو با ترتیب بیان کرنے کے لئے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب
خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت
اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا۔ اور یہ زمانہ بھی ایسا
تھا کہ.... اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی بھری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے
تھے۔ تب میں نے اُس حکم کی پابندی سے عالم لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں
کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے
والا تھا وہ میں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اٹھ گیا ہے اُس کو دوبارہ قائم کروں۔ اور خدا
سے قوت پا کر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو صلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف
کھپھوں۔ اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دور کروں اور پھر جب اس پر چند سال
گزرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس اُمت کے لئے ابتداء
سے موعود تھا۔ اور وہ آخری مہدی جو نزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے

زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی ماں دہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا۔ جس کی بشارت آج سے تیہہ ۱۳۰۰ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ وہ میں ہی ہوں۔ اور مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک و شبہ کی جگہ نہ رہی۔ ہر ایک وحی جو ہوتی تھی ایک فولادی میخ کی طرح دل میں دھنسنی تھی اور یہ تمام مکالمات الٰہیہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روز روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں۔ اور ان کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتیوں کے کرشمہ نے مجھے اس بات کے اقرار کے لئے مجبور کیا کہ یہ اُسی وحدہ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ اور میں اس جگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا۔ کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اس قدر محرّف و مبدل ہو گئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو پایا۔ اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق یقینیں تک پہنچی۔ بلکہ ہر ایک حصہ اُس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اس کے مطابق ثابت ہوا۔ اور اس کی تصدیق کے لئے بارش کی طرح نشان آسمانی بر سے۔ انہیں دنوں میں رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کا گرہن بھی ہوا جیسا کہ لکھا تھا کہ اس مہدی کے وقت میں ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن ہو گا۔ اور انہیں ایام میں طاعون بھی کثرت سے پنجاب میں ہوئی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے۔ اور پہلے نبیوں نے بھی یہ خبر دی ہے کہ ان دنوں میں مری بہت پڑے گی۔ اور ایسا ہو گا کہ کوئی گاؤں اور شہر اُس مری سے باہر نہیں رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہورہا ہے۔ اور خدا نے اُس وقت کہ اس ملک میں طاعون کا نام و نشان نہ تھا قریباً باکی میں ۳۰۰ برس طاعون کے پھوٹنے سے پہلے مجھے اُس کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ پھر اس بارہ میں الہامات بارش کی طرح ہوئے اور تکرار ان فقرات کا مختلف پیرا یوں میں ہوا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل وحی میں اس طرح پر مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

اتَّى امْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ بِشَارَةٍ تَلْقَاهَا النَّبِيُّونَ. إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقُوا

والذین هم محسنوں۔ انه قوی عزیز۔ وانه غالب علی امرہ ولكن اکثر الناس لا یعلمون۔ انما امرہ اذا اراد شيئاً ان یقول له کن فیکون۔ اتفرون منی وانا من المجرمین منتقمون۔ یقولون ان هذا الا قول البشر و اعانه عليه قوم اخرون۔ جاہل او مجنون۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ انا کفیناک المستھئین۔ انی مهین من اراد اھانتک۔ وانی معین من اراد اعانتک۔ وانی لایخاف لدی المرسلون۔ اذا جاء نصرالله والفتح وتمت کلمة ربک هذا الذی کنتم به تستعجلون۔ واذا قيل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون۔ الا انهم هم المفسدون۔ وان يتخدونک الاهزوا اهذا الذی بعث اللہ بل اتیناهم بالحق فهم للحق کارھون۔ وسيعلم الذين ظلموا اي منقلب ینقلبون۔ سبحانہ وتعالی عما یصفون۔ ویقولون لست مرسلا۔ قل عندي شهادة من اللہ فهل انتم تؤمنون۔ انت وجیہ فی حضرتی۔ اخترتک لنفسی۔ اذا غضبت غضب و کلما احیب احیب۔ یحمدک اللہ من عرشه۔ یحمدک اللہ ویمشی اليک۔ انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق۔ انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی۔ انت من ماء نا وهم من فشل۔ الحمد للہ الذی جعلک المسيح ابن مریم۔ وعلمک مالم تعلم۔ قالوا انی لک هذا قل هو اللہ عجیب لارآد لفضله۔ لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون۔ ان ربک فعال لما یريد خلق ادم فاکرمہ۔ اردت ان استخلف فخلقت ادم۔ وقالوا اتجعل فيها من یفسد فيها قال انی اعلم ما لا یعلمون۔ یقولون ان هذا الا اخلاق۔ قل اللہ ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون۔ وبالحق انزلناه وبالحق نزل۔ وما رسنناک الارحمة للعالمین۔ یا احمدی انت مرادی ومعی۔ سرگ سرگی۔ شانک عجیب واجرک قریب۔ انی انرتک واخترتک یاتی عليك زمان کمثل زمان موسی۔ ولا تخطبین فی الذین ظلموا انهم مغرقوں۔ ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ انه کریم تمشی امامک وعادی لک من عادی وسوف یعطیک ربک ففترضی۔ انا نرث الارض ناکلھا من اطرافھا۔ لتنذر قوماً ما اندر آباء هم

ولتستبين سبیل المجرمین. قل انى امرت وانا اوّل المؤمنین. قل یو حی الى انما الہکم الہ واحد. والخیر کله فی القرآن. لا یمسه الا المطہرون. فبای حديث بعده تؤمنون یریدون ان لا يتم امرک. والله یابی الان يتم امرک. وما كان الله ليترک ک حتی یمیز الخبیث من الطیب. هو الذی ارسل رسوله بالھدی و دین الحق لیظہره علی الدین کله و کان وعد الله مفعولا. ان وعد الله اتی. ورکل ورکی. یعصمک الله من العدا. ویسطو بكل من سطا. حل غضبه علی الارض. ذلك بما عصوا و كانوا یعتدون. الامراض تشاءع والغفوس تضاع. امر من السماء. امر من الله العزيز الکرم. ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم. انه اوی القریة. لا عاصم اليوم الا الله. اصنع الفلك باعيننا ووحينا. انه معک ومع اھلک. انى احافظ کل من في الدار. الا الذين علوا من استکبار واحافظک خاصۃ. سلام قولًا من رب رحیم. سلام عليکم طبتم. وامتازوااليوم ایها المجرمون. انى مع الرسول اقوم وافطر و اصوم واللوم من یلوم. واعطیک ما یدوم. واجعل لك انوار القدوم. ولن ابرح الارض الى الوقت المعلوم. انى انا الصاعقة وانی انا الرحمن ذو اللطف والنی.

ترجمہ:- خدا کا امر آرہا ہے۔ پس تم جلدی مت کرو۔ یہ خوشخبری ہے جو قدیم سے نبیوں کو ملتی رہی ہے۔ خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ یعنی ادب اور حیا اور خوف الہی کی پابندی سے اُن ظنی را ہوں کوئی چھوڑتے ہیں۔ جن میں معصیت اور نافرمانی کا گمان ہو سنتا ہے۔ اور دلیری سے کوئی قدم نہیں اٹھاتے بلکہ ڈرتے ڈرتے کسی فعل یا قول کے بجالانے کا قصد کرتے ہیں۔ اور خدا اُن کے ساتھ ہے جو اس کے ساتھ اخلاص رکھتے اور اُس کے بندوں سے نیکی بجالاتے ہیں۔ وہ قوی اور غالب ہے۔ وہ ہر یک امر پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جب وہ ایک بات کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو۔ پس وہ بات ہو جاتی ہے۔ کیا تم مجھ سے بھاگ سکتے ہو۔ اور ہم مجرموں سے انتقام لیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف انسان کا قول ہے۔ اور ان باقتوں میں دوسروں نے اس شخص کی مدد کی ہے۔ یہ تو جاہل ہے یا مجنون ہے۔ ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو آؤ۔

﴿۴۵﴾

میری پیروی کروتا خدا بھی تھیں دوست رکھے۔ اور جو لوگ تجھے ٹھٹھا کرتے ہیں ہم ان کے لئے کافی ہیں۔ میں اس شخص کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کے درپے ہے۔ اور میں اُس شخص کی مدد کروں گا جو تیری مدد کرنا چاہتا ہے۔ میں ہوں جو میرے پاس ہو کر میرے رسول ڈرانہیں کرتے۔ جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور تیرے رب کا گلمہ پورا ہو جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے۔ اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد مت کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔ خبردار ہو کہ وہی مفسد ہیں۔ اور تجھے انہوں نے ہُسکی اور ٹھٹھے کی جگہ بنا رکھا ہے۔ اور ٹھٹھا مار کر کہتے ہیں کہ کیا یہ وہی شخص ہے کہ جو خدا نے مبعوث فرمایا۔ یہ تو ان کی باتیں ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے سامنے حق پیش کیا۔ پس وہ حق کے قبول کرنے سے کراہت کر رہے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس طرف پھیرے جائیں گے۔ خدا ان تھتوں سے پاک اور برتر ہے جو اس پر لگا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نہیں۔ ان کو کہہ دے کہ خدا کی میرے پاس گواہی موجود ہے۔ پس کیا تم ایمان لاتے ہو۔ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے اپنے لئے تجھے چون لیا۔ جب تو کسی پر ناراض ہو تو میں اُس پر ناراض ہوتا ہوں۔ اور ہر ایک چیز جس سے تو پیار کرتا ہے۔ میں بھی اُس سے پیار کرتا ہوں۔ خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔ تو مجھ سے اُس مرتبہ پر ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری تو حیدر اور تفرید۔ تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔ اُس خدا کو حمد ہے جس نے تجھے مسح ابن مریم بنایا اور تجھے وہ باتیں سکھلائیں جن کی تجھے خربنہ تھی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مرتبہ تجھے کہاں سے اور کیون مرمل سکتا ہے۔ ان کو کہہ دے کہ میرا خدا عجیب ہے اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ جو کام وہ کرتا ہے اُس سے پوچھا نہیں جاتا کہ ایسا کیوں کیا مگر لوگ اپنے اپنے کاموں سے پوچھے جاتے ہیں۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اُس نے اس آدم کو پیدا کر کے اُس کو بزرگی دی۔ میں نے اس زمانہ میں ارادہ کیا کہ اپنا ایک خلیفہ زمین پر قائم کروں۔ پس میں نے اس آدم کو پیدا کیا۔ اور لوگوں نے کہا کہ کیا تو ایسا شخص اپنا خلیفہ بناتا ہے جو زمین پر فساد کرتا ہے یعنی پھوٹ ڈالتا ہے تو خدا نے انہیں کہا کہ جن با توں کا مجھے علم ہے تھیں وہ باتیں معلوم نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ایک بناؤٹ ہے۔ کہہ خدا ہے جس نے یہ سلسہ قائم کیا۔ پھر یہ کہہ کر ان کو اپنے لہو و لعب میں چھوڑ دے۔

اور ہم نے حق کے ساتھ اس کو اُتارا اور ضرورت حقدہ کے موافق وہ اُترा۔ اور ہم نے تجھے تمام دنیا کے لئے ایک عام رحمت کر کے بھیجا ہے۔ اے میرے احمد تو میری مُراد ہے۔ اور میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ تیری شان عجیب ہے اور اجر قریب ہے۔ میں نے تجھے روشن کیا اور میں نے تجھے پھٹا۔ تیرے پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ موی پر زمانہ آیا تھا۔ اور تو ان لوگوں کے بارے میں میری جناب میں شفاعت مت کر جو نظام ہیں کیونکہ وہ غرق کئے جائیں گے اور یہ لوگ مکر کریں گے اور خدا بھی ان سے مکر کرے گا اور خدا تعالیٰ بہتر کر کرنے والا ہے۔ وہ کریم ہے جو تیرے آگے آگے چلتا ہے اور اُس کو وہ اپنا دشمن قرار دیتا ہے جو تجھ سے دشمنی کرتا ہے۔ اور وہ عنقریب تجھے وہ چیزیں دے گا جن سے تو راضی ہو جائیگا۔ ہم زمین کے وارث ہوں گے۔ اور ہم اُس کو اُس کے طفون سے کھاتے جاتے ہیں تاکہ تو اس قوم کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرانے نہیں گئے اور تاکہ مجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہہ میں مامور ہوں اور میں سب سے پہلے مومن ہوں۔ کہہ میرے پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے اور تمام خیر قرآن میں ہے۔ اس کے حلقہ معارف تک وہی لوگ پہنچتے ہیں جو پاک کئے جاتے ہیں۔ پس تم اُس کے بعد یعنی اُس کو چھوڑ کر کس حدیث پر ایمان لاوے گے۔ یہ لوگ ارادہ کرتے ہیں کہ کچھ ایسی کوشش کریں کہ تیرا امرنا تمام رہ جائے لیکن خدا تو یہی چاہتا ہے کہ تیری بات کو کمال تک پہنچاوے۔ اور خدا ایسا نہیں ہے کہ قبل اس کے جو پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلوے تجھے چھوڑ دے۔ خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو (یعنی اس عاجز کو) ہدایت اور دین حق دے کر اس غرض سے بھیجا ہے تا وہ اس دین کو تمام دنیوں پر غالب کرے اور خدا کا وعدہ ایک دن ہونا ہی تھا۔ خدا کا وعدہ آگیا اور ایک پیر اُس نے زمین پر مارا اور خلل کی اصلاح کی۔ خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور اُس شخص پر حملہ کرے گا کہ جو ظلم کی راہ سے تیرے پر حملہ کرے گا۔ اُس کا غضب زمین پر اُتر آیا کیونکہ لوگوں نے معصیت پر کمر باندھی اور وہ حد سے گزر گئے۔ بیماریاں ملک میں پھیلائی جائیں گی اور طرح طرح کے اسباب سے جانیں تلف کی جائیں گی۔ یہ امر آسمان پر قرار پا چکا ہے۔ یہ اُس خدا کا امر ہے جو غالب اور بزرگ ہے۔ جو کچھ قوم پر نازل ہوا۔ خدا اُس کو نہیں بدلائے گا۔ جب تک کہ وہ لوگ اپنے دلوں کی حالتیں نہ بدلا لیں۔

وہ اُس گاؤں کو جو قادیان ہے کسی قدر ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لے لے گا۔ آج خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے کشتمی بنا۔ وہ قادر خدا تیرے ساتھ اور تیرے لوگوں کے ساتھ ہے۔ میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کے اندر ہے، بچاؤں گا مگر وہ لوگ جو میرے مقابل پر تکبیر سے اپنے تیئیں نافرمان اور اونچار کھتے ہیں یعنی پورے طور پر اطاعت نہیں کرتے۔ اور خاص کر میری حفاظت تیرے شامل حال رہے گی۔ خدائے رحیم کی طرف سے سلامتی ہے۔ تم پر سلامتی ہے تم پاک نفس ہو۔ اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔ میں اس رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا۔ اور اُس کو ملامت کروں گا جو ملامت کرتا ہے۔ اور تجھے وہ نجت دوں گا جو ہمیشہ رہے گی۔ اور اپنی تخلیٰ کے ٹوڑتھیں رکھ دوں گا۔ اور میں اس زمین سے وقت مقدر تک علیحدہ نہیں ہوں گا یعنی میری قہری تخلیٰ میں فرق نہ آئے گا۔ میں صاعقه ہوں اور میں رحمان ہوں صاحبِ لطف اور نجاشش۔

ذکر واقعہ شہادتین

انہیں دنوں میں جبکہ متواتر یہ وحی خدا کی مجھ پر ہوئی اور نہایت زبردست اور قوی نشان ظاہر ہوئے اور میرا دعویٰ منسخ موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا۔ خوست علاقہ حدود کابل میں ایک بزرگ تک جن کا نام اخوندزادہ مولوی عبداللطیف ہے کسی اتفاق سے میری کتابیں پہنچیں۔ اور وہ تمام دلائل جو نقل اور عقل اور تائیدات سماوی سے میں نے اپنی کتابوں میں لکھے تھے وہ سب دلیلیں ان کی نظر سے گزرنیں اور چونکہ وہ بزرگ نہایت پاک باطن اور اہل علم اور اہل فرست اور خداترس اور تقویٰ شعار تھے۔ اس لئے ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا اور ان کو اس دعوے کی تصدیق میں کوئی دیقت پیش نہ آئی۔ اور ان کی پاک کاشنس نے بلا توقف مان لیا کہ یہ شخص مجانب اللہ اور یہ دعویٰ صحیح ہے۔ تب انہوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف پہنچنی گئی۔ بہاں تک کہ ان کے لئے بغیر ملاقات کے دُور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہو گیا۔ آخر اس زبردست کشش اور محبت اور اخلاص کا

☆ اوی کالفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لیا جائے۔ اور کثرت مصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿أَلَمْ يَجْدُكَ يَتَّیمًا فَأَوْيَ﴾ اسی طرح تمام قرآن شریف میں آوی اور اوی کالفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال ہوا ہے کہ جہاں کسی شخص یا کسی قوم کو کسی قدر تکلیف کے بعد پھر آرام دیا گیا۔ منه

نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس غرض سے کہ ریاست کابل سے اجازت حاصل ہو جائے حج کے لئے مضمون ارادہ کیا اور امیر کابل سے اس سفر کے لئے درخواست کی۔ چونکہ وہ امیر کابل کی نظر میں ایک بزرگ زیدہ عالم اور تمام علماء کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے نہ صرف ان کو اجازت ہوئی بلکہ امداد کے طور پر کچھ روپیہ بھی دیا گیا۔ سو وہ اجازت حاصل کر کے قادیان میں پہنچے۔ اور جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا۔ اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔ اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابلِ رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا تھا۔ اور وہ درحقیقت اُن راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعتِ الہی کو انہاتک پہنچاتے ہیں اور خدا کے خوش کرنے کے لئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو طیار ہوتے ہیں۔ اُس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اُس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔ اکثر لوگ باوجود..... بیعت کے اور باوجود میرے دعوے کی تصدیق کے پھر بھی دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تم میں سے بکھری نجات نہیں پاتے بلکہ کچھ ملوثی اُن میں باقی رہ جاتی ہے۔ اور ایک پوشیدہ بخل خواہ وہ جان کے متعلق ہو خواہ آبرو کے متعلق اور خواہ مال کے اور خواہ اخلاقی حالتوں کے متعلق اُن کے نامکمل نفسوں میں پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی نسبت ہمیشہ میری یہ حالت رہتی ہے کہ میں ہمیشہ کسی خدمتِ دینی کے پیش کرنے کے وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ ان کو ابتلا پیش نہ آوے۔ اور اس خدمت کو اپنے پر ایک بوجھ سمجھ کر اپنی بیعت کو الوداع نہ کہہ دیں۔ لیکن میں کن الفاظ سے اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردی چیز پھینک دی جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ ان کا اول اور آخر برابر نہیں ہوتا اور ادنیٰ سی ٹھوکر یا شیطانی و موسوسہ یا بد صحبت سے وہ گر جاتے ہیں۔ مگر اس جوانمرد مرحوم کی استقامت کی تفصیل میں کن الفاظ سے بیان کروں کہ وہ نور یقین میں دمدم ترقی کرتا گیا اور جب وہ میرے پاس

پہنچا تو میں نے اُن سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شاخت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی اور فرمایا کہ میں ایک ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں۔ اس زمانہ کے اکثر مسلمان اسلامی روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ مگر ان کے دل مون نہیں۔ اور ان کے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع و اقسام کی معصیت سے پُر ہیں۔ ایسا ہی یہ ورنی حملے بھی انتہا تک پہنچ گئے ہیں۔ اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بے جس و حرکت ہیں کہ گویا مر گئے ہیں۔ اور وہ دین اور تقویٰ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے جس کی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی گئی تھی اور وہ صدق اور یقین اور ایمان جو اس پاک جماعت کو ملا تھا بلاشبہ اب وہ بیان عث کثرت غفلت کے مفقود ہے اور شاذ نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ ایسا ہی میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ پردہ غیب سے کوئی من جانب اللہ مجدد دین پیدا ہو۔ بلکہ میں روز بروز اس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے۔ انہیں دنوں میں یہ آواز میرے کا نوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں نے بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بھم پہنچائیں۔ اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کر کے پھر قرآن کریم پر ان کو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر ایک بیان کا مصدق پایا۔ پس وہ بات جس نے پہلے پہلے مجھے اس طرف حرکت دی وہ بھی ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک طرف تو قرآن شریف بیان کر رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور واپس نہیں آئیں گے۔ اور دوسرا طرف وہ موسوی سلسلہ کے مقابل پر اس امت کو وعدہ دیتا ہے کہ وہ اس امت کی مصیبت اور ضلالت کے دنوں میں ان خلیفوں کے رنگ میں خلیفے بھیجنے ہے گا جو موسوی سلسلہ کے قائم اور بحال رکھنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ سو چونکہ ان میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے خلیفے تھے جو موسوی سلسلہ کے آخر میں پیدا ہوئے اور نیز وہ ایسے خلیفے تھے کہ جوڑاً کے لئے مامور نہیں ہوئے تھے اس لئے خدا تعالیٰ کے کلام سے ضرور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کے رنگ پر بھی اس امت میں آخری زمانہ میں کوئی پیدا ہو۔ اسی طرح بہت سے کلمات معرفت اور دانائی کے اُن کے منہ سے میں نے نُسے جو بعض یاد رہے اور بعض بھول گئے اور وہ کئی مہینے تک میرے پاس رہے۔ اور اس قدر ان کو میری باتوں میں دلچسپی ہوئی کہ انہوں نے میری باتوں کو

حج پر ترجیح دی اور کہا کہ میں اس علم کا محتاج ہوں جس سے ایمان قوی ہوا اور علم عمل پر مقدم ہے۔ سو میں نے ان کو مستعد پا کر جہاں تک میرے لئے ممکن تھا اپنے معارف ان کے دل میں ڈالے اور اس طرح پر ان کو سمجھایا کہ دیکھو یہ بات بہت صاف ہے۔ کہ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ **إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْ فِرْعَوْنَ رَسُولًا**۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے ایک رسول کو جو تم پر گواہ ہے یعنی اس بات کا گواہ کہ تم کیسی خراب حالت میں ہوتے ہاری طرف اسی رسول کی مانند بھیجا ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ سو اس آیت میں اللہ جل شانہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثلی موسیٰ مٹھرا دیا ہے۔ پھر سورہ نور میں سلسلہ خلافت محمد یہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثلی ٹھہر دیا ہے۔ سوم سے کم تھنق مشابہت کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں سلسلوں کے اول اور آخر میں نمایاں مشابہت ہو یعنی یہ ضروری ہے کہ اس سلسلہ کے اول پر مثلی موسیٰ ہوا اور اس سلسلہ کے آخر میں مثلی عیسیٰ۔ اور ہمارے مخالف علماء یہ تو مانتے ہیں کہ سلسلہ ملت اسلامیہ مثلی موسیٰ سے شروع ہوا مگر وہ سراسر ہٹ دھرمی سے اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ خاتمه اس سلسلہ کا مثلی عیسیٰ پر ہوگا۔ اور اس صورت میں وہ عمداً قرآن شریف کو چھوڑتے ہیں کیا یہ صح نہیں ہے کہ قرآن شریف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثلی موسیٰ قرار دیا ہے اور کیا یہ صح نہیں ہے کہ قرآن کریم نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثلی موسیٰ قرار دیا بلکہ آیت **كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ** میں تمام سلسلہ خلافت محمد یہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثلی قرار دے دیا ہے۔ پس اس صورت میں قطعاً وجود بالازم آتا ہے کہ سلسلہ خلافت اسلامیہ کے آخر میں ایک مثلی عیسیٰ پیدا ہوا اور چونکہ اول اور آخر کی مشابہت ثابت ہونے سے تمام سلسلہ کی مشابہت ثابت ہو جاتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی کتابوں میں جام جما نہیں دونوں مشابہتوں پر زور دیا گیا ہے بلکہ اول اور آخر کے دشمنوں میں بھی مشابہت ثابت کی گئی ہے جیسا کہ ابو جہل کو فرعون سے مشابہت دی گئی ہے اور آخری مسیح کے مخالفین کو یہود مغضوب علیہم سے اور آیت **كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ** میں یہ بھی اشارہ کر دیا ہے کہ آخری خلیفہ اس امت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے زمانہ میں آئے گا۔ جو وہ زمانہ اپنی مدت میں

﴿۱۰﴾

اس زمانہ کی مانند ہوگا۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے تھے۔ یعنی چودھویں صدی کیونکہ کما کاظم جس مشاہدہت کو چاہتا ہے اس میں زمانہ کی مشاہدہت بھی داخل ہے تمام فرقے یہودیوں کے اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ بن مریم نے جس زمانہ میں دعوے نبوت کیا وہ زمانہ حضرت موسیٰ^{۱۵۰۰} سے چودھویں صدی تھی۔ اور عیسایوں میں سے پروٹستانٹ مذہب والے خیال کرتے ہیں۔ کہ پندرہویں صدی موسوی سے کچھ سال گزر چکے تھے جب حضرت عیسیٰ نے دعوے نبوت کیا۔ اور پروٹستانٹ کا قول یہودیوں کے متفق علیہ قول کے مقابل پر کچھ چیز نہیں اور اگر اس کی صحت مان بھی لیں تو اس قدر قلیل فرق سے مشاہدہت میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ مشاہدہت ایک قلیل فرق کو چاہتی ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف کی رُو سے سلسلہ محمد یہ سلسلہ موسویہ سے ہر یک نیکی اور بدی میں مشاہدہت رکھتا ہے۔ اسی کی طرف ان آیتوں میں اشارہ ہے کہ ایک جگہ یہود کے حق میں لکھا ہے۔ **فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ**۔ دوسری جگہ مسلمانوں کے حق میں لکھا ہے۔ **لِتَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ**۔ ان دونوں آیتوں کے یہ معنے ہیں کہ خدا تمہیں خلافت اور حکومت عطا کر کے پھر دیکھے گا کہ تم راستبازی پر قائم رہتے ہو یا نہیں۔ ان آیتوں میں جو لفاظ یہود کے لئے استعمال کئے ہیں وہی مسلمانوں کے لئے۔ یعنی ایک ہی آیت کے نیچے ان دونوں کو رکھا ہے۔ پس ان آیتوں سے بڑھ کر اس بات کے لئے اور کوئی ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا نے بعض مسلمانوں کو یہود قرار دیدیا ہے اور صاف اشارہ کر دیا ہے کہ جن بدیوں کے یہود مرتكب ہوئے تھے یعنی علماء ان کے۔ اس امت کے علماء بھی انہیں بدیوں کے مرتكب ہوں گے۔ اور اسی مفہوم کی طرف آیت **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ** میں بھی اشارہ ہے کیونکہ اس آیت میں بالاتفاق کل مفسرین مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے غصب نازل ہوا تھا۔ اور احادیث صحیحہ میں مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جو مور دیغصب الہی دنیا میں ہی ہوئے تھے۔ اور قرآن شریف یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ یہود کو مغضوب علیہم ٹھہرانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر لعنت جاری ہوئی تھی۔ پس یقینی اور قطعی طور پر مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سُولی پر ہلاک کرنا چاہا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کا یہ دعا سکھلانا کہ خدا یا ایسا کر کہ ہم وہی یہودی نہ بن جائیں جنہوں نے عیسیٰ کو قتل کرنا چاہا تھا صاف بتلار ہا ہے کہ امت محمد یہ

میں بھی ایک عیسیٰ پیدا ہونے والا ہے۔ ورنہ اس دعا کی کیا ضرورت تھی۔ اور نیز جبکہ آیات مذکورہ بالاسے ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں بعض علماء مسلمان بالکل علماء یہود سے مشابہ ہو جائیں گے اور یہود بن جائیں گے۔ پھر یہ کہنا کہ ان یہودیوں کی اصلاح کے لئے اسرائیلی عیسیٰ آسمان سے نازل ہو گا بالکل غیر معقول بات ہے کیونکہ اول تو باہر سے ایک نبی کے آنے سے مُہْشَم نبوت ٹوٹی ہے اور قرآن شریف صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہراتا ہے۔ مساواں کے قرآن شریف کے رو سے یہ اُمّت خیر الامم کہلاتی ہے۔ پس اس کی اس سے زیادہ بے عزتی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہودی بننے کے لئے تو یہ اُمّت ہو مگر عیسیٰ باہر سے آوے۔ اگر یہ سچ ہے کہ کسی زمانہ میں اکثر علماء اس اُمّت کے یہودی بن جائیں گے۔ یعنی یہود خصلت ہو جائیں گے۔ تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ ان یہود کے درست کرنے کے لئے عیسیٰ باہر سے نہیں آئے گا بلکہ جیسا کہ بعض افراد کا نام یہود رکھا گیا ہے۔ ایسا ہی اس کے مقابل پر ایک فرد کا نام عیسیٰ بھی رکھا جائے گا۔ اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن اور حدیث دونوں نے بعض افراد اس اُمّت کا نام یہود رکھا ہے۔ جیسا کہ آیت ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ لَهُمْ بَهِظَّةٌ ظَاهِرٌ﴾ کیونکہ اگر بعض افراد اس اُمّت کے یہودی بننے والے نہ ہوتے تو دعا مند کو رہ بالا ہرگز نہ سکھلاتی جاتی۔ جب سے دنیا میں خدا کی کتابیں آئی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ان میں یہی محاورہ ہے کہ جب کسی قوم کو ایک بات سے منع کرتا ہے کہ مثلاً تم زنا نہ کرو۔ یا چوری نہ کرو۔ یا یہودی نہ بنو۔ تو اس منع کے اندر یہ پیشگوئی خخفی ہوتی ہے کہ بعض ان میں سے ارتکاب ان جرمات کا کریں گے۔ دنیا میں کوئی شخص ایسی نظر پیش نہیں کر سکتا کہ ایک جماعت یا ایک قوم کو خدا تعالیٰ نے کسی ناکردنی کام سے منع کیا ہو۔ اور پھر وہ سب کے سب اس کام سے باز رہے ہوں بلکہ ضرور بعض اس کام کے مرتكب ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں یہودیوں کو حکم دیا کہ تم نے توریت کی تحریف نہ کرنا سو اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض یہود نے توریت کی تحریف کی۔ مگر قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ تم نے قرآن شریف کی تحریف نہ کرنا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْدِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ۔ یعنی ہم نے ہی قرآن شریف کو اُتارا اور ہم ہی اس کی محافظت کریں گے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف تحریف سے محفوظ رہا۔ غرض یہ قطعی اور یقینی اور مسلم سنت الہی ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی کتاب

میں کسی قوم یا جماعت کو ایک بُرے کام سے منع کرتا ہے یا نیک کام کے لئے حکم فرماتا ہے تو اُس کے علم قدیم میں یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس کے حکم کی مخالفت بھی کریں گے پس خدا تعالیٰ کا سورہ فاتحہ میں یہ فرمانا کہ تم دعا کیا کرو کہ تم وہ یہودی نہ بن جاؤ جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سُولی دینا چاہتا ہے جس سے دنیا میں ہی اُن پر غضب الٰہی کی مار پڑی۔ اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں یہ مقدرت ہوا کہ بعض افراد اس امت کے جو علماء اُمت کہلا میں گے اپنی شرارتی اور تکنذیب مسیح وقت کی وجہ سے یہودیوں کا جامہ پہن لیں گے ورنہ ایک لغو عاکے سکھلانے کی کچھ ضرورت نہ تھی یہ تو ظاہر ہے کہ علماء اس امت کے اس طرح کے یہودی نہیں بن سکتے کہ وہ اسرائیل کے خاندان میں سے بن جائیں اور پھر اس عیسیٰ بن مریم کو جو مدت سے اس دنیا سے گزر چکا ہے سُولی دینا چاہیں کیونکہ اب اس زمانہ میں نہ وہ یہودی اس زمین پر موجود ہیں نہ وہ عیسیٰ موجود ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اس آیت میں ایک آئندہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ بتانا منقول ہے کہ اس امت میں عیسیٰ مسیح کے رنگ میں آخری زمانہ میں ایک شخص مبعوث ہوگا اور اس کے وقت کے بعض علماء اسلام ان یہودی علماء کی طرح اس کو دکھدیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیتے تھے اور ان کی شان میں بدگوئی کریں گے بلکہ احادیث صحیح سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہودی بننے کے یہ معنی ہیں کہ یہودیوں کے بدآخلاق اور بدعاادات علماء اسلام میں پیدا ہو جائیں گی اور گو بظاہر مسلمان کہلا میں گے مگر ان کے دل مسخ ہو کر ان یہودیوں کے رنگ سے رنگین ہو جائیں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھدے کر مور د غضب الٰہی ہوئے تھے پس جبکہ یہودی یہی لوگ بنیں گے جو مسلمان کہلاتے ہیں تو کیا یہ اس امت مرحومہ کی بے عزتی نہیں کہ یہودی بننے کے لئے تو یہ مقرر کئے جائیں مگر مسیح جوان یہودیوں کو درست کرے گا وہ باہر سے آوے یہ تو قرآن شریف کے منشاء کے سراسر بخلاف ہے۔ قرآن شریف نے سلسلہ محمدیہ کو ہر یک نیکی اور بدی میں سلسلہ موسویہ کے مقابل رکھا ہے نہ صرف بدی میں۔ مساوا اس کے آیت **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ لِمَا صَرَّحَ يَوْمَ نَشَاءٍ** ہے کہ وہ لوگ یہودی اس لئے کہلا میں گے کہ خدا کے مامور کو جوان کی اصلاح کے لئے آئے گا بنظر تحقیر و انکار دیکھیں گے اور اس کی تکنذیب کریں گے اور اس کو قتل کرنا

چاہیں گے اور اپنے قویٰ غضبیہ کو اس کی مخالفت میں بھڑکائیں گے۔ اس لئے وہ آسمان پر مغضوب علیہم کھلائیں گے اُن یہودیوں کی مانند جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکذب تھے جس تکنیب کا آخر کار نتیجہ یہ ہوا تھا کہ سخت طاعون یہود میں پڑی تھی اور بعد اس کے طبیوس رومنی کے ہاتھ سے وہ نیست و نابود کئے گئے تھے۔ پس آیت غیر المغضوب علیہم سے ظاہر ہے کہ دنیا میں ہی کوئی غصب اُن پر نازل ہوگا کیونکہ آخرت کے غصب میں تو ہر ایک کافر شریک ہے اور آخرت کے لحاظ سے تمام کافر مغضوب علیہم ہیں پھر کیا وجہ کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں خاص کر کے اُن یہودیوں کا نام مغضوب علیہم رکھا جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی دینا چاہا تھا بلکہ اپنی دانست میں سولی دے چکے تھے۔ پس یاد رہے کہ ان یہودیوں کو مغضوب علیہم کی خصوصیت اس لئے دی گئی کہ دنیا میں ہی اُن پر غصب الہی نازل ہوا تھا اور اسی بنا پر سورہ فاتحہ میں اس اُمّت کو یہ دعا سکھلائی گئی کہ خدا ایسا کر کے وہی یہودی ہم نہ بن جائیں یہ ایک پیشگوئی تھی جس کا یہ مطلب تھا کہ جب اس اُمّت کا مسح مبعوث ہوگا تو اس کے مقابل پر وہ یہود بھی پیدا ہو جائیں گے جن پر اسی دنیا میں خدا کا غصب نازل ہوگا۔ پس اس دعا کا یہ مطلب تھا کہ یہ مقدار ہے کہ تم میں سے بھی ایک مسح پیدا ہوگا اور اس کے مقابل پر یہود پیدا ہوں گے جن پر دنیا میں ہی غصب نازل ہوگا۔ سوتیم دُعا کرتے رہو کہ تم ایسے یہود نہ بن جاؤ۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یوں تو ہر ایک کافر قیامت میں موردن غصب الہی ہے لیکن اس جگہ غصب سے مراد دنیا کا غصب ہے جو مجرموں کے سزا دینے کے لئے دنیا میں ہی نازل ہوتا ہے اور وہ یہودی..... جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیا تھا اور بوجب نص قرآن کریم ان کی زبان پر لعنتی کھلائے تھے۔ وہ وہی لوگ تھے جن پر دنیا میں ہی عذاب کی مار پڑی تھی یعنی اول سخت طاعون سے وہ ہلاک کئے گئے تھے اور پھر جو باقی رہ گئے تھے وہ طبیوس رومنی کے ہاتھ سے سخت عذاب کے ساتھ ملک سے منتشر کئے گئے تھے۔ پس غیر المغضوب علیہم میں یہی عظیم الشان پیشگوئی مخفی ہے کہ وہ لوگ جو مسلمانوں میں سے یہودی کھلائیں گے وہ بھی ایک مسح کی تکنیب کریں گے جو اُس پہلے مسح کے رنگ پر آئے گا یعنی نہ وہ جہاد کرے گا اور نہ تلوار اٹھائے گا

﴿۱۲﴾

بلکہ پاک تعلیم اور آسمانی نشانوں کے ساتھ دین کو پھیلائے گا اور اس آخری مسیح کی تکنذیب کے بعد بھی دنیا میں طاغون پھیلے گی اور وہ سب بتیں پوری ہوں گی جو ابتداء سب نبی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ وسوسہ کہ آخری زمانہ میں وہی مسیح ابن مریم دوبارہ دنیا میں آجائے گا۔ یہ تو قرآن شریف کے منشاء کے سراسر برخلاف ہے جو شخص قرآن شریف کو ایک تقویٰ اور ایمان اور انصاف اور تدبیر کی نظر سے دیکھے گا اُس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ خداوند قادر کریم نے اس امت محمدیہ کو موسوی امت کے بالکل بال مقابل پیدا کیا ہے۔ ان کی اچھی باتوں کے بال مقابل اچھی باتیں دی ہیں اور ان کی بُری باتوں کے مقابل پر بُری باتیں۔ اس امت میں بعض ایسے ہیں جو انہیاء بنی اسرائیل سے مشابہت رکھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو مغضوب علیہم یہود سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گھر ہے جس میں عمدہ عمده آرائستہ کمرے موجود ہیں جو عالیشان اور مہذب لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ ہیں اور جس کے بعض حصے میں پانچھانے بھی ہیں اور بدر رو بھی اور گھر کے مالک نے چاہا کہ اس محل کے مقابل پر ایک اور محل بناؤے کہتا جو جو سامان اس پہلے محل میں تھا اس میں بھی موجود ہو۔ سو یہ دو سر محل اسلام کا محل ہے اور پہلا محل موسوی سلسلہ کا محل تھا۔ یہ دو سر محل پہلے محل کا کسی بات میں محتاج نہیں۔ قرآن شریف توریت کا محتاج نہیں اور یہ امت کسی اسرائیلی بنی کی محتاج نہیں۔ ہر ایک کامل جو اس امت کے لئے آتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض سے پروشر یافتہ ہے اور اس کی وحی محمدی وحی کی ظل ہے۔ یہی ایک نکتہ ہے جو سمجھنے کے لائق ہے۔ افسوس ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ کو دوبارہ لاتے ہیں نہیں سمجھتے کہ مطلب تو یہ ہے کہ اسلام کو فخر مشابہت حاصل ہونے یہ ذلت کہ کوئی اسرائیلی بنی آؤتے تا امت اصلاح پاوے۔

علاوہ اس کے یہ نہایت بیہودہ خیال ہے کہ ایسے لغواعتقاد پر زور دیا جاوے جس کی خدا کی کتاب میں کوئی نظر نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کی درخواست کی گئی جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے مگر وہ یہ کہہ کر نامنظور کی گئی کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّنَا هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝ تو کیا عیسیٰ بُشَرَ نہ تھا کہ اُس کو بغیر درخواست کے آسمان پر چڑھایا گیا۔ پھر قرآن شریف سے تو صرف رفع الی اللہ ثابت ہے جو ایک روحانی امر ہے نہ رفع الی السماء اور یہودیوں کا اعتراض تو یہ تھا کہ جو شخص لکڑی پر لٹکایا جاوے اُس کا رفع روحانی دوسرے نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور یہی اعتراض دفع

کرنے کے لائق تھا۔ پس قرآن شریف نے کہاں اس اعتراض کو دفع کیا ہے یعنی اس تمام زمانے کی بنیاد یہ تھی کہ یہودی کہتے تھے کہ عیسیٰ مصلوب ہو گیا ہے اور جو شخص مصلوب ہو اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا اس لئے عیسیٰ کا اور نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رفع روحانی نہیں ہوا لہذا وہ مومن نہیں ہے اور نہ نجات یافتہ ہے اور چونکہ قرآن اس بات کا ذمہ وار ہے کہ پہلے جھگڑوں کا تصفیہ فرماؤ لہذا اس نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عیسیٰ کا بھی دوسرے نبیوں کی طرح رفع ہوا ہے۔ خدا نے تو ایک جھگڑے کا فیصلہ کرنا تھا۔ پس اگر خدا تعالیٰ نے ان آتوں میں یہ فیصلہ نہیں کیا تو پھر بتلا و کہ کس مقام میں یہ فیصلہ کیا۔ کیا نعوذ باللہ اس طرح کی بدینہی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتی ہے کہ جھگڑا تو یہود کی طرف سے روحانی رفع کا تھا اور خدا یہ کہے کہ عیسیٰ مع جسم دوسرے آسمان پر بیٹھا ہے۔ ظاہر ہے کہ نجات کے لئے مع جسم آسمان پر جانا شرط نہیں صرف روحانی رفع شرط ہے۔

پس جگہ اس جھگڑے کے فیصلہ کے لئے یہ بیان کرنا تھا کہ نعوذ باللہ عیسیٰ لعنتی نہیں ہے بلکہ ضرور رفع روحانی اس کو نصیب ہوا ہے۔ مساوا اس کے قرآن شریف میں جو رفع کے پہلے توفی کا لفظ لایا گیا ہے یہ صریح اس بات پر قرینہ ہے کہ یہ وہ رفع ہے جو ہر ایک مومن کو موت کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ اور توفی کے یہ معنی کرنا کہ زندہ آسمان پر حضرت عیسیٰ اٹھائے گئے یہ بھی یہودیوں کی طرح قرآن شریف کی تحریف ہے۔ قرآن شریف اور تمام حدیثوں میں توفی کا لفظ قبض رُوح کے بارہ میں استعمال پاتا ہے کسی مقام میں ان معنوں پر استعمال نہیں ہوا کہ کوئی شخص مع جسم زندہ آسمان پر اٹھایا گیا۔

مساوی اس کے ان معنوں سے تو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ قرآن شریف میں عیسیٰ کی موت کا کہیں ذکر نہیں اور اس نے کبھی مرننا ہی نہیں کیونکہ جس جگہ اور جس مقام میں حضرت عیسیٰ کی نسبت توفی کا لفظ ہو گا وہاں یہی معنی کرنے پڑیں گے کہ مع جسم آسمان پر چلا گیا یا جائے گا۔ پھر موت اس کی کس طرح ثابت ہو گی۔

علاوہ اس کے اگر دنیا میں دوبارہ انسان آسکتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو یہودیوں کے سامنے شرمندہ کیوں کیا کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ مسیحیت کیا تو یہودیوں نے یہ جھت پیش کی تھی کہ تجھے ہم سچا مسیح نہیں مان سکتے کیونکہ ملکی نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ سچا مسیح

جس کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے جب وہ آئے گا تو ضرور ہے کہ اُس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آؤے مگر الیاس نبی اب تک دوبارہ دنیا میں نہیں آیا اس لئے ہم تھے سچا نہیں سمجھ سکتے۔ تب حضرت مسیح نے ان کو یہ جواب دیا کہ وہ الیاس جو آنے والا تھا وہ یوحنّا نبی ہے جس کو اہل اسلام تھی کر کے پکارتے ہیں۔ اس جواب پر یہود سخت ناراض ہو گئے اور حضرت عیسیٰ کو مفتری اور کاذب قرار دیا چنانچہ اب تک وہ اپنی کتابوں میں جو بعض میرے پاس موجود ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ قیامت کے دن ہمیں پوچھے گا کہ اس شخص کو تم نے قبول نہیں کیا تو ہم ملکی نبی کی کتاب اُس کے آگے رکھ دیں گے اور عرض کریں گے کہ یا الہی جبکہ تو نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ جب تک الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آوے وہ سچا مسیح جس کا بنی اسرائیل سے وعدہ ہے مبعوث نہیں ہوگا۔ پس الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آیا اس لئے ہم نے اس شخص کو قبول نہ کیا۔ ہمیں نہیں کہا گیا تھا کہ جب تک الیاس کا مثل نہ آوے سچا مسیح نہیں آئے گا بلکہ ہمیں کہا گیا تھا کہ سچے مسیح کے پہلے سچے مسیح الیاس کا دوبارہ آنا ضروری ہے سو وہ بات پوری نہ ہوئی۔

پھر اس کے بعد یہ فاضل یہودی جس کی کتاب میرے پاس ہے اپنی اس دلیل پر بڑا خذر کر کے پیک کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ کیا ایسے مفتری کو کوئی قبول کر سکتا ہے جو تاویلوں سے کام لیتا ہے اور اپنے استاد یوحنّا کو خواہ خواہ الیاس ٹھہرا تا ہے۔ پھر اس کے بعد اس نے بڑا جوش ظاہر کیا ہے اور ایسے تحقیر کے الفاظ سے حضرت مسیح کو یاد کرتا ہے جن کی نقل ہم اس جگہ کرنہیں سکتے۔ اور اگر قرآن نازل نہ ہوا ہوتا تو اس جھت میں بظاہر یہود حق بجانب معلوم ہوتے تھے کیونکہ ملکی نبی کے صحیفہ میں درحقیقت یہ الفاظ نہیں ہیں کہ سچے مسیح کے پہلے مثل الیاس آئے گا بلکہ صاف لکھا ہے کہ اس مسیح سے پہلے خود الیاس کا دوبارہ آنا ضروری ہے۔ اس صورت میں اگرچہ عیسائی حضرت مسیح کی خدائی کے لئے روتے ہیں۔ مگر نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور یہودی سچے معلوم ہوتے ہیں۔ پس یہ احسان قرآن شریف کا عیسائیوں پر ہے کہ حضرت مسیح کی سچائی ظاہر کر دی۔

اس جگہ ایک سوال باقی رہتا ہے اور وہ یہ کہ جس حالت میں ملکی نبی کے صحیفہ میں صاف لفظوں

میں لکھا ہے کہ جب تک الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آوے تب تک وہ سچا مسیح جس کا بنی اسرائیل کو وعدہ دیا گیا ہے دنیا میں نہیں آوے گا تو پھر اس صورت میں یہود کا لیا قصور تھا جو انہوں نے حضرت مسیح کو قبول نہیں کیا اور اس کو کافرا اور مرتد اور بخدر اراد دیا۔ کیا ان کی صحت نیت کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ کتاب اللہ کی نص کے موافق انہوں نے عملدرآمد کیا۔ ہاں اگر ملکی بنی کے صحیفہ میں مثل الیاس کے دوبارہ آنے کا ذکر ہوتا تو اس صورت میں یہود ملزم ہو سکتے تھے کیونکہ یہ امر زیادہ بحث کے لائق نہیں تھا کہ یہی بنی کو مثلیل الیاس قرار دیا جاوے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہود خوب جانتے تھے کہ خدائے تعالیٰ کی یہ عادات نہیں ہے کہ کوئی شخص دوبارہ دنیا میں آوے اور اس کی کوئی نظر پہلے سے موجود نہیں تھی لہذا یہ صرف ایک استعارہ تھا جس طرح اور صدھا استعارات خدائے تعالیٰ کی کتابوں میں استعمال پاتے ہیں اور ایسے استعارات سے یہود بے خبر نہ تھے۔ پھر علاوہ اس کے..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تاسیدات الہیہ بھی شامل تھیں اور فراست صحیح کے لئے کافی ذخیرہ تھا کہ یہود ان کو شاخت کر لیتے اور ان پر ایمان لاتے مگر وہ دن بدن شرات میں بڑھتے گئے اور وہ نور جو صادقوں میں ہوتا ہے وہ ضرور انہوں نے حضرت عیسیٰ میں مشاہدہ کر لیا تھا مگر تعصب اور بخیل اور شرات نے ان کو نہ چھوڑا لیکن یاد رہے کہ یہ سوال تو صرف یہود کے بارہ میں ہوتا ہے جن کو پہلے پہل یہ ابتلا پیش آیا تھا مگر مسلمان اگر تقویٰ کو اختیار کرتے تو قرآن شریف نے اس ابتلا سے ان کو بچا لیا تھا کیونکہ صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ عیسیٰ فوت ہو گیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ سورہ مائدہ میں صاف طور پر سمجھا دیا تھا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا کیونکہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيَتِنَّ لَهُ مِنْ يَہی ذکر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ہی کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا تو حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ یا الٰہ اگر میں نے ایسا کہا ہے تو تجھے معلوم ہو گا کیونکہ تیرے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ میں نے تو صرف وہی کہا تھا جو تو نے فرمایا تھا۔ پھر جبکہ تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر صرف تو ہی ان کا نگہبان تھا مجھے ان کے حال کا کیا علم تھا۔

اب ظاہر ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور چالیس برس دنیا میں ٹھہریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور عیسا یوں کے ساتھ لڑائیاں کریں گے تو وہ قیامت کو خدائے تعالیٰ کے حضور میں کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ جب تو نے مجھے وفات

دی تو اس کے بعد مجھے کیا علم ہے کہ عیسائیوں نے کوئی راہ اختیار کی۔ اگر وہ یہی جواب دیں گے کہ مجھے خبر نہیں تو ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی جھوٹا نہیں ہو گا کیونکہ جس شخص کو یہ علم ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ آیا تھا اور عیسائیوں کو دیکھا تھا کہ اس کو خدا سمجھ رہے ہیں اور اس کی پستش کرتے ہیں اور ان سے لڑائیاں کیں اور پھر وہ خدا تعالیٰ کے رو برو انکار کرتا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں کہ میرے بعد انہوں نے کیا کیا اس سے زیادہ کاذب کوں ٹھہر سکتا ہے۔ جواب صحیح تو یہ تھا کہ ہاں میرے خداوند مجھے عیسائیوں کی گمراہی کی خوب خبر ہے کیونکہ میں دوبارہ دنیا میں جا کر چالیس برس تک وہاں رہا اور صلیب کو توڑا اپس میرا کچھ گناہ نہیں ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ مشرک ہیں تو میں اُسی وقت ان کا شمن ہو گیا بلکہ ایسی صورت میں کہ جبکہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس تک دنیا میں رہ چکے ہوں گے اور ان سب کو سزا میں دی ہوں گی جو ان کو خدا سمجھتے تھے خدا تعالیٰ کا ایسا سوال اُن سے ایک لغوسوال ہو گا کیونکہ جبکہ خدا تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہے کہ اُس شخص نے اپنے معبد ٹھہرائے جانے کی اطلاع پا کر ایسے لوگوں کو خوب سزا دی تو پھر ایسا سوال کرنا اس کی شان سے بعید ہے۔ غرض جس قدر مسلمانوں کو خدا تعالیٰ نے یہ کھول کر سنادیا ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گیا ہے اور پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔ ہاں اس کا مثالیں آنا ضروری ہے۔ اگر اس قسم کی تصریح ملکی بنی کے صحیفہ میں ہوتی تو یہود ہلاک نہ ہوتے۔ پس بلاشبہ وہ لوگ یہود سے بدتر ہیں کہ جو اس قدر تصریحات خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں پا کر پھر حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے منتظر ہیں۔

ماسوں اس کے ہمارے مخالف مولوی لوگوں کو دھوکہ دے کر یہ کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف سے اگرچہ نہیں مگر حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ مگر ہمیں معلوم نہیں کہ حدیثوں میں کہاں اور کس جگہ لکھا ہے کہ وہی اسرائیلی نبی جس کا عیسیٰ نام تھا جس پر انجیل نازل ہوئی تھی باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کے پھر دنیا میں آجائے گا۔ اگر صرف عیسیٰ یا ابن مریم کے نام پر دھوکہ کھانا ہے تو قرآن کریم کی سورۃ تحریم میں اس امت کے بعض افراد کا نام عیسیٰ اور ابن مریم رکھ دیا گیا ہے۔ ایماندار کے لئے اس قدر کافی ہے کہ اس امت کے بعض افراد کا نام بھی عیسیٰ یا ابن مریم رکھا گیا ہے کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے سورۃ موصوفہ میں بعض افراد امت کو مریم سے مشابہت دی اور پھر اس میں لفظ روح کا ذکر کیا تو صاف ظاہر ہے کہ وہ روح جو مریم میں پھونکی

گئی وہ عیسیٰ تھا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس امت کا کوئی فرد اول اپنے خداداد تقویٰ کی وجہ سے مریم بنے گا اور پھر عیسیٰ ہو جائے گا۔ جیسا کہ براہین احمد یہ میں خدائ تعالیٰ نے پہلے میرا نام مریم رکھا اور پھر فتح روح کا ذکر کیا اور پھر آخر میں میرا نام عیسیٰ رکھ دیا۔

اور حدیثوں میں تو صاف لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں حضرت عیسیٰ کو مردہ روحوں میں ہی دیکھا۔ آپ عرش تک پہنچ گئے مگر کوئی عیسیٰ نام ایسا نظر نہ آیا جو جسم عنصری علیحدہ تھا۔ دیکھا تو وہی روح دیکھی جو تھی وفات یافتہ کے پاس تھی ظاہر ہے کہ زندوں کو مُردوں کے مکان میں گزرنہیں ہو سکتا۔ غرض خدا نے اپنے قول سے حضرت عیسیٰ کی وفات پر گواہی دی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے یعنی رویت سے وہی گواہی دے دی۔ اگر اب بھی کوئی نہ سمجھے تو پھر اس سے خدا سمجھے گا۔

ماسوں کے یہود سے زیادہ ان کو تجربہ ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ کی عادت نہیں ہے کہ دوبارہ دنیا میں لوگوں کو بھیجا کرے ورنہ ہمیں تو عیسیٰ کی نسبت حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ کے دوبارہ دنیا میں آنے کی زیادہ ضرورت تھی اور اسی میں ہماری خوشی تھی مگر خدا تعالیٰ نے **إِنَّكَ مَيِّتٌ** ۔ کہہ کر اس امید سے محروم کر دیا۔ یہ بات سوچنے کے لائق ہے کہ اگر دوبارہ دنیا میں آنے کا دروازہ کھلا تھا تو خدا تعالیٰ نے کیوں چند روز کے لئے الیاس نبی کو دوبارہ دنیا میں نہ بھیجا اور اس طرح پر لاکھوں یہودیوں کو واصل جہنم کیا۔ آخر حضرت مسیح نے آپ ہی یہ فیصلہ دیا کہ دوبارہ آنے سے کسی مثیل کا آنا نامرد ہے۔ یہ فیصلہ اب تک انجیلوں میں لکھا ہوا موجود ہے۔ پھر جو بات ایک مرتبہ طے پاچکی ہے اور جو راہ خطرناک ثابت ہو چکا ہے اسی راہ پر پھر قدم مارنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ یہودیوں نے اس بات پر ضد کر کے کہ الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا بجز کفر اور روسیا یہی کے کیا فائدہ اٹھایا تا اس زمانہ کے مسلمان اُس فائدہ کی توقع رکھیں۔ جس سوراخ سے ایک بڑا گروہ کا ٹاگیا اور ہلاک ہو چکا ہے پھر کیوں یہ لوگ اسی سوراخ میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ کیا حدیث لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین یاد نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے مرنा بھلا دیا ہے۔ وہ لوگ جس سورت کو پانچ وقت اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں یعنی **عَيْرِ الْمَعْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الصَّالِيْنَ** ۔ کیوں اس کے معنوں میں غور نہیں کرتے اور

کیوں نہیں سوچتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بھی بعض صحابہ کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ آنخباب صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں آئیں گے مگر حضرت ابو بکر نے یہ آیت پڑھ کر کہ **مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** اس خیال کو رفع دفع کر دیا۔ اور اس آیت کے یہ معنے سمجھائے کہ کوئی نبی نہیں جو فوت نہیں ہو چکا پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو جائیں تو کوئی افسوس کی جگہ نہیں یہ امر سب کے لئے مشترک ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ خیال ہوتا کہ عیسیٰ آسمان پر چھ سو برس سے زندہ بیٹھا ہے تو وہ ضرور حضرت ابو بکر کے آگے یہ خیال پیش کرتے لیکن اس روز سب نے مان لیا کہ سب نبی مر چکے ہیں اور اگر کسی کے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ عیسیٰ زندہ ہے تو اس نے اس خیال کو ایک روایتی چیز کی طرح اپنے دل سے باہر پھینک دیا۔ یہ میں نے اس لئے کہا کہ ممکن ہے کہ عیسائی مذہب کے قرب و جوار کے اثر کی وجہ سے کوئی ایسا شخص جو غنی ہو اور جس کی درایت صحیح نہ ہو یہ خیال رکھتا ہو کہ شاید عیسیٰ اب تک زندہ ہی ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس وعظ صدقیت کے بعد کل صحابہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جتنے بی تھے سب مر چکے ہیں اور یہ پہلا اجماع تھا جو صحابہ میں ہوا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں محو تھے کیونکہ اس بات کو قبول کر سکتے تھے کہ باوجود یہ کہ ان کے بزرگ نبی نے جو تمام نبیوں کا سردار ہے چو سٹھ برس کی بھی پوری عمر نہ پائی۔ مگر عیسیٰ چھ سو برس سے آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ ہرگز ہرگز محبت نبوی فتویٰ نہیں دیتی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بالخصوص ایسی فضیلت قائم کرتے۔ لعنت ہے ایسے اعتقاد پر جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آؤے۔ وہ لوگ تو عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ تو اس بات کے سنبھلے سے زندہ ہی مرجاتے کہ ان کا پیارا رسول فوت ہو گیا مگر عیسیٰ آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ وہ رسول نہ ان کو بلکہ خدا تعالیٰ کو بھی تمام نبیوں سے زیادہ پیارا تھا۔ اسی وجہ سے جب عیسائیوں نے اپنی بد قسمتی سے اس رسول مقبول کو قبول نہ کیا اور اس کو اتنا اڑایا کہ خدا بنا دیا تو خدا تعالیٰ کی غیرت نے تقاضا کیا کہ

ایک غلام غلام محمدی سے یعنی یہ عاجز اس کا مثالیں کر کے اس اُمّت میں سے پیدا کیا اور اس کی نسبت اپنے فضل اور انعام کا زیادہ اُس کو حصہ دیتا عیسایوں کو معلوم ہو کہ تمام فضل خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

غرض عیسیٰ بن مریم کے مثالیں آنے کی ایک یہ بھی غرض تھی کہ اس کی خدائی کو پاش پاش کر دیا جائے۔ انسان کا آسمان پر جا کر مع جسم عضری آباد ہونا ایسا ہی سنت اللہ کے خلاف ہے جیسے کہ فرشتے مجسم ہو کر زمین پر آباد ہو جائیں۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسْتَةً اللَّهُ تَبَدِّي لَا -

پھر یہ نادان قوم نہیں سوچتی کہ جس حالت میں صلیب دینے کے وقت ابھی تبلیغ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ناتمام تھی اور ابھی دس قویں یہود کی دوسرے ملکوں میں باقی تھیں جو اُن کے نام سے بھی بے خبر تھیں تو پھر حضرت عیسیٰ کو یہ کیا سوچی کہ اپنا منصی کام ناتمام چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔ پھر تجھ کہ اسلامی کتابوں میں تو حضرت عیسیٰ کو بنی سیاح لکھا ہے مگر وہ تو صرف ساڑھے تین برس اپنے ہی گاؤں میں رہ کر راہیٰ ملک سماوی ہوئے۔

ظاہر ہے کہ جبکہ صرف یہودہ قصور پر بھروسہ کر کے حضرت عیسیٰ کو خدا مانا جاتا ہے پھر اگر وہ یہ کر شمہ بھی دکھلاویں کہ آسمان سے معرفشوں کے اُتریں تو اس وقت کیا حال ہوگا۔ یاد رہے کہ جو شخص اترنے والا تھا وہ عین وقت پر اُتر آیا اور آج تمام نوشتے پورے ہو گئے تمام نبیوں کی کتابیں اسی زمانہ کا حوالہ دیتی ہیں۔ عیسایوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اسی زمانہ میں مسح موعود کا آنا ضروری تھا اُن کتابوں میں صاف طور پر لکھا تھا کہ آدم سے چھٹے ہزار کے اخیر پر مسیح موعود آئے گا۔ سوچھٹے ہزار کا اخیر ہو گیا۔ اور لکھا تھا کہ اس سے پہلے ذوالسینین ستارہ نکلے گا۔ سو مدت ہوئی کہ نکل چکا۔ اور لکھا تھا کہ اس کے ایام میں سورج اور چاند کو ایک ہی مہینہ میں جو رمضان کا مہینہ ہو گا گرہن لگے گا۔ سو مدت ہوئی کہ یہ پیشگوئی بھی پوری ہو چکی اور لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک بڑے جوش سے طاعون پیدا ہوگی اس کی خبر انجیل میں بھی موجود ہے سو دیکھتا ہوں کہ طاعون نے اب تک پیچھا

﴿۲۲﴾

نہیں چھوڑا۔ اور قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہو گی جو آگ سے چلنے کی اور انہیں دنوں میں اونٹ بیکار ہو جائیں گے اور یہ آخری حضہ کی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے سو وہ سواری ریلی ہے جو پیدا ہو گئی۔ اور لکھا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔ سو صدی میں سے بھی اکیس برس گزر گئے۔ اب ان تمام نشانوں کے بعد جو شخص مجھے رد کرتا ہے وہ مجھے نہیں بلکہ تمام نبیوں کو رد کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے جنگ کر رہا ہے اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔ خوب یاد رکھو کہ تمام خرابی اور تباہی جو اسلام میں پیدا ہوئی یہاں تک کہ اسی ملک ہندوستان میں ۲۹ لاکھ انسان مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا۔ اس کا سبب یہی تھا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کی نسبت بیجا اور مبالغہ آمیز امیدیں رکھ کر اور ان کو ہر یک صفت میں خصوصیت دے کر قریب قریب عیسائیوں کے پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ جو کچھ بعض انسانی صفات وہ حضرت سیدنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تجویز کرتے ہیں اگر کسی تاریخی کتاب میں اسی قسم کے صفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت لکھے ہوں تو توبہ تو بہ کراٹھتے ہیں۔ مثلاً ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات بیمار بھی ہو جاتے تھے اور آپ کو تپ بھی آجاتا تھا اور آپ دوا بھی کرتے تھے اور بسا اوقات سنکیاں پچھ کے ساتھ لگواتے تھے۔ لیکن اگر کسی کے مشابہ حضرت مسیح کی نسبت لکھا ہو کہ وہ تپ میں یا کسی اور بیماری میں گرفتار ہو گئے اور ان کو اٹھا کر کسی ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو فی الفور چونک اُٹھیں گے کہ یہ مسیح کی شان سے بعيد ہے حالانکہ وہ صرف ایک عاجز انسان تھا اور تمام انسانی ضعفوں سے پورا حصہ رکھتا تھا اور وہ اپنے چار بھائی حقیقی اور رکھتا تھا جو بعض اس کے مخالف تھے۔ اور اس کی حقیقی ہمشیرہ دو تھیں کنز و رسا آدمی تھا جس کو صلیب پر محسوس دو میتوں کے ٹوکنے سے غش آگیا۔ ہے افسوس اگر مسلمان حضرت عیسیٰ کی نسبت قرآن شریف کے قول پر چلتے اور ان کو وفات یافتہ یقین رکھتے اور جیسا کہ قرآن کا منشاء ہے ان کا دوبارہ آناممتنع سمجھتے تو اسلام میں یہ تباہی نہ آتی جو آگئی اور عیسائیت کا جلد تر خاتمه ہو جاتا۔

شکر لہ کے اس وقت خدا نے آسمان سے اسلام کا ہاتھ پکڑ لیا۔

یہہ با تیں تھیں جو میں نے صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب سے کیں اور وہ امر جو آخر میں ان کو سمجھایا وہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مذہبی پہلو کے رُو سے ۶۱ سو لے خصوصیتیں ہیں (۱) اول یہ کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے ایک موعود بنی تھا جیسا کہ اس پر اسرائیلی نبیوں کے صحیفے گواہ ہیں۔ (۲) دوسری یہ کہ مسیح

ایسے وقت میں آیا تھا جبکہ یہودی اپنی سلطنت کھو چکے تھے یعنی اس ملک میں یہودیوں کی کوئی سلطنت نہیں رہی تھی گو ممکن تھا کہ کسی اور ملک میں جہاں بعض فرقے یہود کے چلے گئے تھے کوئی حکومت ان کی قائم ہو گئی ہو جیسا کہ سمجھا جاتا ہے کہ افغان اور ایسا، ہی کشمیری بھی یہود میں سے ہیں جن کا اسلام قبول کرنے کے بعد سلاطین میں داخل ہونا ایک ایسا واقعہ ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ بہر حال حضرت مسیح کے ظہور کے وقت اس حصہ ملک سے یہود کی سلطنت جاتی رہی تھی اور وہ رومی سلطنت کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے اور رومی سلطنت کو انگریزی سلطنت سے بہت مشابہ تھی (۳) تیسری یہ کہ وہ ایسے وقت میں آیا تھا کہ جبکہ یہودی بہت سے فرقوں پر مقسم ہو چکے تھے اور ہر یک فرقہ دوسرے فرقہ کا مخالف تھا اور ان سب میں باہم سخت عناصر اور خصوصیتیں پیدا ہو گئی تھیں اور توریت کے اکثر احکام ببا عث ان کے کثرت اختلافات کے مشتبہ ہو گئے تھے صرف وحدائیتِ الہی میں وہ باہم اتفاق رکھتے تھے باقی اکثر مسائل جزئیہ میں وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور کوئی واعظ ان میں باہم صلح نہیں کر سکتا تھا اور نہ ان کا فیصلہ کر سکتا تھا۔ اس صورت میں وہ ایک آسمانی حکم یعنی فیصلہ کننڈہ کے محتاج تھے جو خدا سے جدید وحی پا کر اہل حق کی حمایت کرے اور قضاء وقدر سے ایسی ضلالت کی ملونی ان کے کل فرقوں میں ہو گئی تھی جو خالص طور پر ان میں ایک بھی اہل حق نہیں کھلا سکتا تھا۔ ہر ایک فرقہ میں کچھ نہ کچھ جھوٹ اور افراط و تفریط کی آمیزش تھی۔ پس یہی وجہ پیدا ہو گئی تھی کہ یہود کے تمام فرقوں نے حضرت مسیح کو دشمن پکڑ لیا تھا۔ اور ان کی جان لینے کی فکر میں ہو گئے تھے کیونکہ ہر ایک فرقہ چاہتا تھا کہ حضرت مسیح پورے طور پر ان کا مصدق ہوا اور ان کو راستباز اور نیک چلن خیال کرے اور ان کے مخالف کو جھوٹا کہے اور ایسا مدد اہم خدا تعالیٰ کے نبی سے غیر ممکن تھا۔ (۴) چہارم یہ کہ مسیح ابن مریم کے لئے جہاد کا حکم نہ تھا اور حضرت موسیٰ کا مذہب یونانیوں اور رومیوں کی نظر میں اس وجہ سے بہت بد نام ہو چکا تھا کہ وہ دین کی ترقی کے لئے تلوار سے کام لیتا رہا ہے گوئی بہانہ سے۔ چنانچہ اب تک ان کی کتابوں میں موسیٰ کے مذہب پر برابر یہ اعتراض ہیں کہ کئی لاکھ شیرخوار بچے اس کے حکم اور نیز اس کے غلیفہ یشور کے حکم سے جو اس کا جانشین تھا قتل کئے گئے اور پھر داؤ دا اور دوسرے نبیوں کی لڑائیاں بھی اس اعتراض کو چکاتی تھیں

پس انسانی فطرتیں اس سخت حکم کو برداشت نہ کر سکیں اور جب یہ خیالات غیر مذهب والوں کے انتہا تک پہنچ گئے تو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ایک ایسا نبی بھیج کر جو صرف صلح اور امن سے مذهب کو پھیلائے تو ریت پر سے وہ نکتہ چینی اٹھادے جو غیر قوموں نے کی تھی۔ سو وہ صلح کا نبی عیسیٰ ابن مریم تھا (۵) پانچویں یہ کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں یہودیوں کے علماء کا عموماً چال چلن بہت بگڑ چکا تھا اور ان کا قول اور فعل باہم مطابق نہ تھا۔ ان کی نمازیں اور ان کے روزے مخفی ریا کاری سے پُر تھے اور وہ جاہ طلب علماء رومی سلطنت کے نیچے ایسے دنیا کے کیڑے ہو چکے تھے کہ تمام ہمتیں ان کی اسی میں مصروف ہو گئی تھیں کہ مکر سے یادیانت سے یادغا سے یا جھوٹی گواہی سے یا جھوٹے فتوؤں سے دنیا کماویں۔ ان میں بجز اہدانہ لباس اور بڑے بڑے جگوں کے ایک ذرہ روحانیت باقی نہیں رہی تھی۔ وہ رومی سلطنت کے حکام سے بھی عزت پانے کے بہت خواہاں تھے اور طرح طرح کے جوڑ توڑ اور جھوٹی خوشامد سے سلطنت سے عزت اور کسی قدر حکومت حاصل کر لی تھی اور پونکہ ان کی دنیا ہی دنیارہ گئی تھی اس لئے وہ اس عزت سے جو توریت پر عمل کرنے سے آسمان پر مل سکتی تھی بالکل لاپرواہو کر دنیا پرستی کے کیڑے بن گئے تھے اور تمام فخر دنیا کی وجاهت میں ہی سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے گورنر پر جورومی سلطنت کی طرف سے تھا کسی قدر ان کا دباو بھی تھا کیونکہ ان کے بڑے بڑے دنیا پرست مولوی دور دراز سفر کر کے قیصر کی ملاقات بھی کرتے تھے اور سلطنت سے تعلقات بنا رکھے تھے اور کئی لوگ ان میں سے سلطنت کے وظیفہ خوار بھی تھے اسی بنا پر وہ لوگ اپنے تین سلطنت کے بڑے بڑے خیر خواہ جلتاتے تھے اس لئے وہ اگرچہ ایک نظر سے زیر نگرانی بھی تھے مگر خوشامد انہ طریقوں سے انہوں نے قیصر اور اس کے بڑے حکام کو..... اپنی نسبت بہت نیک طن بنار کھا تھا۔ انہیں چال بازیوں کی وجہ سے علماء ان میں سے سلطنت کے حکام کی نظر میں معزز سمجھے جاتے تھے اور کسی نشین تھے۔ لہذا وہ غریب گلیل کا رہنے والا جس کا نام یسوع بن مریم تھا۔ ان شریر لوگوں کے لئے بہت کوفتہ خاطر کیا گیا۔ اس کے منہ پر نہ صرف تھوکا گیا بلکہ گورنر کے حکم سے اس کو تازیا نے بھی مارے گئے۔ وہ

چوروں اور بدمعاشوں کے ساتھ حوالات میں دیا گیا۔ حالانکہ اس کا ایک ذرہ قصور نہ تھا۔ صرف گورنمنٹ کی طرف سے یہودیوں کی ایک دل جوئی تھی کیونکہ سلطنت کی حکمت عملی کا یہ اصول ہے کہ گروہ کثیر کی رعایت رکھی جائے سو اس غریب کوکون پوچھتا تھا۔ یہ عدالت تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر وہ یہودیوں کے مولویوں کے سپرد ہوا اور انہوں نے اس کو صلیب پر چڑھا دیا ایسی عدالت پر خدا جو ز میں و آسمان کا مالک ہے لعنت کرتا ہے مگر افسوس ان حکومتوں پر جن کی آسمان کے خدا پر نظر نہیں۔ یوں بلکہ نہ پیلا طوس جو اس ملک کا گورنر تھا میں اپنی بیوی کے حضرت عیسیٰ کا مرید تھا اور چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ دے مگر جب زبردست یہودیوں کے علماء نے جو قیصر کی طرف سے بیاعث اپنی دنیاداری کے کچھ عزت رکھتے تھے اس کو یہ کہہ کر دھمکایا کہ اگر تو اس شخص کو سزا نہیں دے گا تو ہم قیصر کے حضور میں تیرے پر فریاد کریں گے تب وہ ڈر گیا کیونکہ بزدل تھا۔ اپنی ارادت پر قائم نہ رہ سکا۔ یہ خوف اس لئے اس کے دامن گیر ہوا کہ بعض معزز علماء یہود نے قیصر تک اپنی رسائی بنارکھی تھی اور پوشیدہ طور پر حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ مخبری کرتے تھے کہ یہ منسد اور در پردا گورنمنٹ کا شمن ہے اور اپنی ایک جمعیت بنا کر قیصر پر حملہ کرنا چاہتا ہے بظاہر یہ مشکلات بھی پیش تھیں کہ اس سادہ اور غریب انسان کو قیصر اور اس کے حکام سے کچھ تعلق نہ تھا اور ریا کاروں اور دنیا طلبوں کی طرح ان سے کچھ تعارف نہ تھا اور خدا پر بھروسہ رکھتا تھا اور اکثر علمائے یہود اپنی دنیا پرستی اور چالبازی اور خوشامد انہوں نے سلطنت میں دھن گئے تھے وہ سلطنت کے درحقیقت دوست نہ تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت اس دھوکے میں ضرور آگئی تھی کہ وہ دوست ہیں اس لئے ان کی خاطر سے ایک بے گناہ خدا کا بُنی ہر ایک طرح سے ذلیل کیا گیا مگر وہ جو آسمان سے دیکھتا اور دلوں کا مالک ہے وہ تمام شرارت پیشہ اس کی نظر سے محبوب نہ تھے آخرا نجام یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیے جانے کے بعد خدا نے مرنے سے بچالیا اور ان کی وہ دُعا منظور کر لی جوانہوں نے در دل سے باغ میں کی تھی جیسا کہ لکھا ہے کہ جب مسیح کو یقین ہو گیا کہ یہ بھیث یہودی میری جان کے دشمن ہیں اور مجھ نہیں چھوڑتے تب وہ ایک باغ میں رات کے وقت جا کر زار زار رویا اور دُعا کی کہ یا الہی اگر تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے تو مجھ سے بعيد نہیں تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس جگہ عربی انجیل میں یہ عبارت لکھی ہے۔ فبکی بدموع جاریہ و عبرات متحدرة فسیم لتفواہ یعنی یسوع مسیح اس قدر رویا کہ دُعا

کرتے کرتے اس کے منہ پر آنسو رو وال ہو گئے اور وہ آنسو پانی کی طرح اُس کے رخساروں پر بہنے لگے اور وہ سخت رو یا اور سخت دردناک ہوا تب اُس کے تقویٰ کی وجہ سے اس کی دعا سنی گئی اور خدا کے فضل نے کچھ اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُتارا گیا اور پھر پوشیدہ طور پر با غبانوں کی شکل بنا کر اس باغ سے جہاں وہ قبر میں رکھا گیا تھا باہر نکل آیا اور خدا کے حکم سے دوسرے ملک کی طرف چلا گیا اور ساتھ ہی اس کی ماں گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَأَوْيَنْهُمَا إِلَى رَبُوَّةِ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِينٍ ۚ لے یعنی اس مصیبت کے بعد جو صلیب کی مصیبت تھی ہم نے مسح اور اس کی ماں کو ایسے ملک میں پہنچا دیا جس کی زمین بہت اوپنجی تھی اور صاف پانی تھا اور بڑے آرام کی جگہ تھی۔ اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیسیٰ ابن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور پھر فوت ہو کر اپنے خدا کو جاما اور دوسرے عالم میں پہنچ کر یکجی ۱ کا ہم نشین ہوا کیونکہ اس کے واقعہ اور یکجی نبی کے واقعہ کو باہم مشابہ تھی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ نیک انسان تھا اور نبی تھا مگر اسے خدا کہنا کفر ہے۔ لاکھوں انسان دنیا میں ایسے گزر چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔ خدا کسی کے برگزیدہ کرنے میں بھی نہیں تھکا اور نہ تھکے گا (۶) چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیصر روم کی عملداری کے ماتحت مبعوث ہوئے تھے۔ (۷) ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ رومی سلطنت کو مذہب عیسیٰ سے مخالف تھی مگر اخیری نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب عیسائی قیصری قوم میں گھس گیا یہاں تک کہ کچھ مدت کے بعد خود قیصر روم عیسائی ہو گیا۔ (۸) آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ یسوع مسح کے وقت میں جس کو اہل اسلام عیسیٰ کہتے ہیں ایک نیا ستارہ نکلا تھا (۹) نویں خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا (۱۰) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ اس کو دکھ دینے کے بعد یہودیوں میں سخت طاعون پھیلی تھی (۱۱) گیارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اس پر مذہبی تعصّب سے مقدمہ بنایا گیا اور یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ سلطنت روم کا مخالف روم کے ساتھ ایک چور بھی ہے (۱۲) بارہویں خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ صلیب پر چڑھایا گیا تو اس کے ساتھ ایک چور بھی صلیب پر لٹکایا گیا (۱۳) تیرھویں خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ پیلا طوس کے سامنے سزاۓ موت کے لئے پیش کیا گیا تو پیلا طوس نے کہا کہ میں اس کا کوئی گناہ نہیں پاتا۔ (۱۴) چودھویں خصوصیت یہ کہ اگر چہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ مگر ان کے سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا

جو موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا۔ (۱۵) پندرھویں خصوصیت یہ کہ یسوع بن مریم کے وقت میں جو قیصر تھا اس کے عہد میں بہت سی نئی باتیں رعایا کے آرام اور ان کے سفر و حضر کی سہولت کے لئے نکل آئی تھیں۔ سڑکیں بنائی گئی تھیں اور سرائیں تیار کی گئی تھیں اور عدالت کے نئے طریقے وضع کئے گئے تھے جو انگریزی عدالت سے مشابہ تھے (۱۶) سو لوہیں خصوصیت مسح میں یہ تھی کہ بن باپ پیدا ہونے میں آدم سے مشابہ تھے۔ یہ سول خصوصیتیں ہیں جو موسیٰؑ کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں رکھی گئی تھیں۔ پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ کو ہلاک کر کے محمدی سلسلہ قائم کیا جیسا کہ نبیوں کے صحیفوں میں وعدہ دیا گیا تھا تو اس حکیم و علیم نے چاہا کہ اس سلسلہ کے اول اور آخر دونوں میں مشابہت تامہ پیدا کرے تو پہلے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کہ مثیل موسیٰؑ قرار دیا جیسا کہ آیت اُنّا آرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا آرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا۔ سے ظاہر ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کافروں کے مقابل پرتوار اٹھائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وقت جبکہ مکہ سے نکالے گئے اور تعاقب کیا گیا مسلمانوں کی حفاظت کے لئے توارُ اٹھائی۔ ایسا ہی حضرت موسیٰؑ کی نظر کے سامنے سخت دشمن ان کا جو فرعون تھا غرق کیا گیا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دشمن آپ کا جواب وجہل تھا ہلاک کیا گیا۔ ایسا ہی اور بہت سی مشابہتیں ہیں جن کا ذکر کرنا موجب طول ہے۔ یہ تو سلسلہ کے اول میں مشابہتیں ہیں مگر ضروری تھا کہ سلسلہ محمدیؐ کے آخری خلیفہ میں بھی سلسلہ موسویہ کے آخری خلیفہ سے مشابہت ہو۔ تا خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ سلسلہ محمدیہ باعتبار امام سلسلہ اور خلفاء سلسلہ کے سلسلہ موسویہ سے مشابہ ہے ٹھیک ہو اور ہمیشہ مشابہت اول اور آخر میں دیکھی جاتی ہے اور درمیانی زمانہ جو ایک طویل مدت ہوتی ہے گنجائش نہیں رکھتا کہ پوری پوری نظر سے اس کو جانچا جائے مگر اول اور آخر کی مشابہت سے یہ قیاس پیدا ہو جاتا ہے کہ درمیان میں بھی ضرور مشابہت ہو گی گو نظر عقلی اس کی پوری پڑتال سے قاصر ہے اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مذہبی پہلو کے رو سے سولہ خصوصیتیں تھیں جن کا اسلام کے آخری خلیفہ میں پایا جانا

ضروری ہے تا اس میں اور حضرت عیسیٰؑ میں مشابہت نامہ ثابت ہو۔ پس اول موعود ہونے کی خصوصیت ہے۔ اسلام میں اگرچہ ہزار ہاولی اور اہل اللہ گزرے ہیں۔ مگر ان میں کوئی موعود نہ تھا۔ لیکن وہ جو مسیح کے نام پر آنے والا تھا وہ موعود تھا۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے کوئی نبی موعود نہ تھا صرف مسیح موعود تھا۔ دوسرے خصوصیت سلطنت کے بر باد ہو چکنے کی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم سے کچھ دن پہلے اس ملک سے اسرائیل سلطنت جاتی رہی ایسا ہی اس آخری مسیح کی پیدائش سے پہلے اسلامی سلطنت پاباعد طرح طرح کی بد چلنیوں کے ملک ہندوستان سے اٹھ گئی تھی اور انگریزی سلطنت اس کی جگہ قائم ہو گئی تھی۔ سوم۔ خصوصیت جو پہلے مسیح میں پائی گئی وہ یہ ہے کہ اس کے وقت میں یہود لوگ بہت سے فرقوں پر منقسم ہو گئے تھے اور بالطبع ایک حکم کے محتاج تھے تا ان میں فیصلہ کرے ایسا ہی آخری مسیح کے وقت میں مسلمانوں میں کثرت سے فرقے پھیل گئے تھے۔ چہارم۔ خصوصیت جو پہلے مسیح میں تھی وہ یہ ہے کہ وہ جہاد کے لئے مامور نہ تھا۔ ایسا ہی آخری مسیح جہاد کے لئے مامور نہیں ہے اور کیونکہ مامور ہوزمانہ کی رفتار نے قوم کو متنبہ کر دیا ہے کہ توار سے کوئی دل تسلی نہیں پاسکتا اور اب مذہبی امور کے لئے کوئی مہذب توار نہیں اٹھاتا۔ اور اب زمانہ جس صورت پر واقع ہے خود شہادت دے رہا ہے کہ مسلمانوں کے وہ فرقے جو مہدی خونی یا مسیح خونی کے منتظر ہیں وہ سب غلطی پر ہیں۔ اور ان کے خیالات خدا تعالیٰ کی منشاء کے برخلاف ہیں اور عقل بھی یہی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہوتا کہ مسلمان دین کے لئے جنگ کریں تو موجودہ وضع کی لڑائیوں کے لئے سب سے فائق مسلمان ہوتے وہی توپوں کی ایجاد کرتے وہی نئی نئی بندوقوں کے موجودہ ہر تھہر تے اور انہیں کونوں حرب میں ہر یک پہلو سے کمال بخشنا جاتا۔ یہاں تک کہ آئندہ زمانہ کے جنگوں کے لئے انہیں کو غبارہ بنانے کی سوچتی اور وہی آب دوز کشتیاں جو پانی کے اندر چوٹیں کرتی ہیں بناتے اور دنیا کو حیران کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ دن بدن عیسائی ان باقوں میں ترقی کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ منشاء نہیں ہے کہ لڑائیوں کے ذریعہ

سے اسلام پھیلے ہاں عیسائی مذهب دلائل کے رو سے دن بدن سُست ہوتا جاتا ہے اور بڑے بڑے محقق تئیث کے عقیدہ کو چھوڑتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جرم کے بادشاہ نے بھی اس عقیدہ کے ترک کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ محض دلائل کے ہتھیار سے عیسائی تئیث کے عقیدہ کو زمین پر سے نابود کرنا چاہتا ہے۔ یہ قادر ہے کہ جو پہلو ہونہا رہوتا ہے پہلے سے اس کے علامات شروع ہو جاتے ہیں۔ سو مسلمانوں کے لئے آسمان سے حرbi فتوحات کی کچھ علامات ظاہر نہیں ہوئیں۔ البتہ مذہبی دلائل کی علامات ظاہر ہوئی ہیں۔ اور عیسائی مذهب خود خود پیگتا جاتا ہے۔ اور قریب ہے کہ جلد ترسخ دنیا سے نابود ہو جائے۔ (۵) پچھم خصوصیت جو پہلے مسح میں تھی وہ یہ ہے کہ اس کے زمانہ میں یہودیوں کا چال چلن بگڑ گیا تھا۔ بالخصوص اکثر ان کے جو علماء کہلاتے تھے وہ سخت مگار اور دنیا پرست اور دنیا کے لاچپوں میں اور دنیوی عزتوں کی خواہشوں میں غرق ہو گئے تھے۔ ایسا ہی آخری مسح کے وقت میں عام لوگوں اور اکثر علماء اسلام کی حالت ہو رہی ہے منصل لکھنے کی کچھ حاجت نہیں۔ (۶) چھٹی خصوصیت یعنی یہ کہ حضرت مسح قیصر روم کے ماتحت مبعوث ہوئے تھے سواس خصوصیت میں آخری مسح کا بھی اشتراک ہے۔ کیونکہ میں بھی قیصر کی عملداری کے ماتحت مبعوث ہوا ہوں یہ قیصر اس قیصر سے بہتر ہے جو حضرت مسح کے وقت میں تھا۔ کیونکہ تاریخ میں لکھا ہے کہ جب قیصر روم کو خبر ہوئی کہ اس کے گورنر پیلاطوس نے حیله جوئی سے مسح کو اس سزا سے بچالیا ہے کہ وہ صلیب پر مارا جائے اور روپوش کر کے کسی طرف فراری کر دیا ہے تو وہ بہت ناراض ہوا اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یہ مجری یہودیوں کے مولویوں نے ہی کی تھی کہ پیلاطوس نے ایک قیصر کے باغی کو مفرور کر دیا ہے تو اس مجری کے بعد فی الفور پیلاطوس قیصر کے حکم سے جیل خانہ میں ڈالا گیا اور آخری نتیجہ یہ ہوا کہ جیل خانہ میں ہی اس کا سر کاٹا گیا اور اس طرح پر پیلاطوس مسح کی محبت میں شہید ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حکم اور سلطنت اکثر دین سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس نادان قیصر نے یہودیوں کے علماء کو بہت معتبر سمجھا اور ان کی عزت افزائی کی اور ان کی باقوں پر عمل کیا اور حضرت مسح کے قتل کئے جانے کو مصلحت ملکی قرار دیا مگر جہاں تک میراخیال ہے اب زمانہ بہت بدلتا گیا ہے اس لئے ہمارا قیصر بر اتاب اس قیصر سے بہتر ہے جو ایسا جاہل اور ظالم تھا۔

(۷) ساتویں خصوصیت یہ کہ مذہب عیسائی آخر قیصری قوم میں گھس گیا۔ سواس خصوصیت میں بھی آخری مسیح کا اشتراک ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں میرے دعویٰ اور دلائل کو بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے اور ان لوگوں نے خود بخوبی صدھارا اخبار میں میرے دعویٰ اور دلائل کو شائع کیا ہے اور میری تائید اور تصدیق میں ایسے الفاظ لکھے ہیں کہ ایک عیسائی کے قلم سے ایسے الفاظ کا نکنا مشکل ہے یہاں تک کہ بعض نے صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ یہ شخص سچا معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ درحقیقت یسوع مسیح کو خدا بنانا ایک بھاری غلطی ہے۔ اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت مسیح موعود کا دعویٰ میں وقت پر ہے اور وقت خود ایک دلیل ہے۔ غرض اُن کے ان تمام بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ میرے دعوے کے قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ اور ان ملکوں میں سے دن بدن عیسائی مذہب خود بخوبی برف کی طرح پگلتا جاتا ہے۔ (۸) آٹھویں خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ اُس کے وقت میں ایک ستارہ نکلا تھا۔ اس خصوصیت میں بھی میں آخری مسیح بننے میں شریک کیا گیا ہوں کیونکہ وہی ستارہ جو مسیح کے وقت میں نکلا تھا دوبارہ میرے وقت میں نکلا ہے۔ اس بات کی انگریزی اخباروں نے بھی تصدیق کی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مسیح کے ظہور کا وقت نزدیک ہے (۹) نویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب اس کو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا سو اس واقعہ میں بھی خدا نے مجھے شریک کیا ہے کیونکہ جب میری تکذیب کی گئی تو اس کے بعد نہ صرف سورج بلکہ چاند کو بھی ایک ہی مہینہ میں جو رمضان کا مہینہ تھا گرہن لگا تھا اور نہ ایک دفعہ بلکہ حدیث کے مطابق دو دفعہ یہ واقعہ ہوا۔ ان دونوں گرہنوں کی انجیلوں میں بھی خبر دی گئی ہے اور قرآن شریف میں بھی یہ خبر ہے اور حدیثوں میں بھی جیسا کہ دارقطنی میں (۱۰) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ یسوع مسیح کو دکھ دینے کے بعد یہودیوں میں سخت طاعون پھیلی تھی سو میرے وقت میں بھی سخت طاعون پھیل گئی (۱۱) گیارہویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ یہودیوں کے علماء نے کوشش کی کہ وہ باغی قرار پاوے اور اس پر مقدمہ بنایا گیا اور زور لگایا گیا کہ اُس کو سزاۓ موت دی جائے سو اس قسم کے مقدمہ میں بھی قضاۓ وقدر الٰہی نے مجھے شریک کر دیا

کہ ایک خون کا مقدمہ مجھ پر بنایا گیا اور اسی کے ضمن میں مجھے باغی بنانے کی کوشش کی گئی۔ یہ وہی مقدمہ ہے جس میں فریق ثانی کی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی گواہ بن کر آئے تھے (۱۲) بارھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب وہ صلیب پر چڑھایا گیا تو اُس کے ساتھ ایک چور بھی صلیب پر لٹکایا گیا تھا سواس واقعہ میں بھی میں شریک کیا گیا ہوں کیونکہ جس دن مجھ کو خون کا مقدمہ سے خدا تعالیٰ نے رہائی بخشی۔ اور اس پیشگوئی کے موافق جو میں خدا سے وحی یقینی پا کر صد ہالوگوں میں شائع کر چکا تھا مجھ کو بُری فرمایا اس دن میرے ساتھ ایک عیسائی چور بھی عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ چور عیسائیوں کی مقدس جماعت ملتی فوج میں سے تھا جس نے کچھ روپیہ چڑھایا تھا۔ اس چور کو صرف تین مہینے کی سزا ملی۔ پہلے مسیح کے رفیق چور کی طرح سزاۓ موت اس کو نہیں ہوئی (۱۳) تیرھویں خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ جب وہ پیلا طوس گورنر کے سامنے پیش کیا گیا اور سزاۓ موت کی درخواست کی گئی تو پیلا طوس نے کہا کہ میں اس کا کوئی گناہ نہیں پاتا جس سے یہ سزادوں۔ ایسا ہی کپتان ڈگلس صاحب ضلع مجریٹ نے میرے ایک سوال کے جواب میں مجھ کو کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔

میرے خیال میں ہے کہ کپتان ڈگلس اپنی استقامت اور عادلانہ شجاعت میں پیلا طوس سے بہت بڑھ کر تھا کیونکہ پیلا طوس نے آخر کار بزدلی دکھائی اور یہودیوں کے شریر مولویوں سے ڈر گیا۔ مگر ڈگلس ہرگز نہ ڈرا۔ اس کو مولوی محمد حسین نے کرسی مانگ کر کہا کہ میرے پاس صاحب لفڑی گورنر بہادر کی چھٹیاں ہیں مگر کپتان ڈگلس نے اس کی کچھ پروانہ کی۔ اور میں باوجود یہ ملزم تھا مجھے گرسی دی اور اس کو گرسی کی درخواست پر جھٹک دیا اور گرسی نہ دی اگرچہ آسمان پر گرسی پانے والے زمین کی گرسی کے کچھ محتاج نہیں ہیں مگر یہ نیک اخلاق اس ہمارے وقت کے پیلا طوس کے ہمیشہ ہمیں اور ہماری جماعت کو یاد رہیں گے اور دنیا کے اخیر تک اس کا نام عزت سے لیا جائے گا۔

(۱۷) چودھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ مگر با ایں ہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا۔ جو موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا۔ ایسا ہی میں بھی خاندان قریش میں سے نہیں ہوں اور چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں اور سب سے آخر ہوں۔ (۱۵) پندرہویں خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ ان کے عہد میں دنیا کی وضع جدید ہو گئی تھی۔ سڑکیں ایجاد ہو گئی تھیں۔ ڈاک کا عمدہ انتظام ہو گیا تھا۔ فوجی انتظام میں بہت صلاحیت پیدا ہو گئی تھی اور مسافروں کے آرام کے لئے بہت کچھ باتیں ایجاد ہو گئی تھیں اور پہلے کی نسبت قانون معدالت نہایت صاف ہو گیا تھا۔ ایسا ہی میرے وقت میں دنیا کے آرام کے اسباب بہت ترقی کر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ریل کی سواری پیدا ہو گئی جس کی خبر قرآن شریف میں پائی جاتی ہے۔ باقی امور کو پڑھنے والا خود سمجھ لے۔ (۱۶) سولہویں خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ بن باپ ہونے کی وجہ سے حضرت آدم سے وہ مشابہ تھے ایسا ہی میں بھی تو ام پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت آدم سے مشابہ ہوں اور اس قول کے مطابق جو حضرت محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ خاتم الخلفاء صینی الاصل ہو گا یعنی مغلوب میں سے اور وہ جوڑہ یعنی تو ام پیدا ہو گا۔ پہلے اڑکی نکلے گی بعد اس کے وہ پیدا ہو گا۔ ایک ہی وقت میں اسی طرح میری پیدائش ہوئی کہ جمعہ کی صبح کو بطور تو ام میں پیدا ہوا۔ اول اڑکی اور بعدہ میں پیدا ہوا۔ نہ معلوم کہ یہ پیشگوئی کہاں سے ابن عربی صاحب نے لی تھی جو پوری ہو گئی۔ ان کی کتابوں میں اب تک یہ پیشگوئی موجود ہے۔

یہ سولہ مشاہیتیں ہیں جو مجھ میں اور مسیح میں ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو مجھ میں اور مسیح ابن مریم میں اس قدر مشابہت ہرگز نہ ہوتی۔ یوں تو تکنذیب کرنا قدیم سے ان لوگوں کا کام ہے جن کے حصہ میں سعادت نہیں۔ مگر اس زمانہ کے مولویوں کی تکنذیب عجیب ہے۔ میں وہ شخص ہوں جو عین وقت پر ظاہر ہوا۔ جس

کے لئے آسمان پر رمضان کے مہینہ میں چاندا اور سورج کو قرآن اور حدیث اور نجیل اور دوسرے نبیوں کی خبروں کے مطابق گرہن لگا۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں تمام نبیوں کی خبر اور قرآن شریف کی خبر کے مطابق اس ملک میں خارق عادت طور پر طاعون پھیل گئی۔ اور میں وہ شخص ہوں جو حدیث صحیح کے مطابق اس کے زمانہ میں حج روکا گیا۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کے عہد میں وہ ستارہ لکلا جو صحیح ابن مریم کے وقت میں لکلا تھا۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں اس ملک میں ریل جاری ہو کر اونٹ بیکار کئے گئے۔ اور عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ بہت نزدیک ہے جبکہ ملکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو کر وہ تمام اونٹ بیکار ہو جائیں گے جو تیرہ سو برس سے یہ سفر مبارک کرتے تھے۔ تب اس وقت ان اونٹوں کی نسبت وہ حدیث جو صحیح مسلم میں موجود ہے۔ صادق آئے گی۔ یعنی یہ کہ لیتر کن القلاص فلا یُسْعَى علیها یعنی مسیح کے وقت میں اونٹ بیکار کئے جائیں گے اور کوئی ان پر سفر نہیں کرے گا۔ ایسا ہی میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صد ہانشان ظاہر ہوئے۔ کیا زمین پر کوئی ایسا انسان زندہ ہے کہ جو نشان نمائی میں میرا مقابلہ کر کے مجھ پر غالب آسکے۔ مجھے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اب تک دولائھ سے زیادہ میرے ہاتھ پر نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور شاید دس ہزار کے فریب یا اس سے زیادہ لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے میری تصدیق کی اور اس ملک میں جو بعض نامی اہل کشف تھے جن کا تین تین چار چار لاکھ مرید تھا۔
 ان کو خواب میں دکھایا گیا کہ یہ انسان خدا کی طرف سے ہے۔ اور بعض ان میں سے ایسے تھے کہ میرے ظہور سے تیس برس پہلے دنیا سے گزر چکے تھے۔ جیسا کہ ایک بزرگ گلاب شاہ نام ضلع لدہانہ میں تھا۔ جس نے میاں کریم بخش مرحوم ساکن جمال پور کو خبر دی تھی کہ عیسیٰ قادریان میں پیدا ہو گیا اور وہ لدہانہ میں آئے گا۔ میاں کریم بخش ایک صالح موحد اور بڑھا آدمی تھا۔

اُس نے مجھ سے لدھانہ میں ملاقات کی اور یہ تمام پیشگوئی مجھے سنائی۔ اس لئے مولویوں نے اُس کو بہت تکلیف دی مگر اُس نے کچھ پروانہ کی۔ اُس نے مجھے کہا کہ گلاب شاہ مجھے کہتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم زندہ نہیں وہ مر گیا ہے۔ وہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ اس اُمّت کے لئے مرا غلام احمد عیسیٰ ہے۔ جس کو خدا کی قدرت اور مصلحت نے پہلے عیسیٰ سے مشابہ بنایا ہے اور آسمان پر اس کا نام عیسیٰ رکھا ہے اور فرمایا کہ اے کریم بخش جب وہ عیسیٰ ظاہر ہوگا تو تو دیکھے گا کہ مولوی لوگ کس قدر اُس کی مخالفت کریں گے وہ سخت مخالفت کریں گے لیکن نامُراد رہیں گے۔ وہ اس لئے دنیا میں ظاہر ہو گا کہ تا وہ جھوٹے حاشیے جو قرآن پر چڑھائے گئے ہیں ان کو دور کرے اور قرآن کا اصل چہرہ دنیا کو دکھاوے۔ اس پیشگوئی میں اس بزرگ نے صاف طور پر یہ اشارہ کیا تھا کہ ٹو اس قدر عمر پائے گا کہ اس عیسیٰ کو دیکھ لے گا۔

اب باوجود ان تمام شہادتوں اور معجزات اور زبردست نشانوں کے مولوی لوگ میری تکنذیب کرتے ہیں اور ضرور تھا کہ ایسا ہی کرتے تا پیشگوئی آیت ﴿عَيْرِ الْمَغْصُوبِ عَلَيْهِ﴾ کی پوری ہو جاتی۔ یاد رہے کہ اصل جڑھاں مخالفت کی ایک حماقت ہے اور وہ یہ کہ مولوی لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ ان کے پاس رطب و یا بس کا ذخیرہ ہے وہ سب علمتیں مسح موعود میں ثابت ہونی چاہتیں اور ایسے مدعی مسیحیت یا مہدویت کو ہرگز نہیں مانا چاہئے کہ ان کی تمام حدیثوں میں سے گواہیک حدیث اس پر صادق نہ آوے حالانکہ قدیم سے یہ امر غیر ممکن چلا آیا ہے۔ یہود نے جو جو علمتیں حضرت عیسیٰ کے لئے اپنی کتابوں میں تراش رکھی تھیں وہ پوری نہ ہوئیں۔ پھر انہیں بد جنت لوگوں نے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو جو علمتیں تراشی تھیں اور مشہور کر رکھی تھیں وہ بھی بہت ہی کم پوری ہوئیں۔ ان کا خیال تھا کہ یہ آخری نبی بنی اسرائیل سے ہو گا۔ مگر..... انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو توریت میں لکھ دیتا کہ اس نبی کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہوگا اور باب کا نام عبد اللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب اور مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ اُس کی بھرت گاہ ہوگی۔ مگر خدا تعالیٰ نے یہ نہ لکھا کیونکہ ایسی پیشگوئیوں میں کچھ امتحان بھی منظور ہوتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مسح موعود کے لئے پہلے سے خبر دی گئی ہے کہ وہ اسلام کے مختلف فرقوں کے لئے بطور حکم کے آئے گا۔ اب ظاہر ہے کہ ہر ایک فرقہ کی جدا جادا حدیثیں ہیں۔ پس یہ کیونکر ممکن ہو کہ سب کے خیالات کی وہ تصدیق کرے۔ اگر اہل حدیث کی تصدیق کرے تو حنفی ناراض ہوں گے۔ اگر حنفیوں کی تصدیق کرے تو شافعی بگڑ جائیں گے۔ اور شیعہ جدایہ اصول ٹھہرا جائیں گے کہ ان کے عقیدہ کے موافق وہ ظاہر ہو۔ اس صورت میں وہ کیونکر سب کو خوش کر سکتا ہے۔ علاوہ اس کے خود حکم کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جب تمام فرقے کچھ نہ کچھ حق سے دور جا پڑیں گے۔ اس صورت میں اپنی اپنی حدیثوں کے ساتھ اُس کو آزمانا سخت غلطی ہے۔ بلکہ قاعدہ یہ چاہئے کہ جو نشان اور قرار دادہ علامتیں اس کے وقت میں ظاہر ہو جائیں میں ان سے فائدہ اٹھائیں اور باقی کو موضوع اور انسانی افتراض بھیں، یہی قاعدہ ان نیک بخت یہودیوں نے برنا جو مسلمان ہو گئے تھے۔ کیونکہ جو جو باتیں مقرر کردہ احادیث یہود و قوم میں آگئیں اور آخر خضرت پر صادق آگئیں۔ ان حدیثوں کو انہوں نے صحیح سمجھا اور جو پوری نہ ہوئیں ان کو موضوع قرار دیا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پھر نہ حضرت عیسیٰ کی نبوت یہودیوں کے نزدیک ثابت ہو سکتی نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت۔ جو لوگ مسلمان ہوئے تھے انہیں یہود کی صد بآجھوٹی حدیثوں کو چھوڑنا پڑا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایک طرف بعض علامات قرار دادہ پوری ہو گئیں اور ایک طرف تائیدات الہیہ کا خدا کے رسول میں ایک دریا جاری ہے۔ تو انہوں نے ان حدیثوں سے فائدہ اٹھایا جو پوری ہو گئیں اگر ایسا نہ کرتے تو ایک شخص بھی ان میں سے مسلمان نہ ہو سکتا۔

یہ تمام وہ باتیں ہیں کہ کئی دفعہ اور کئی پیرا یوں میں میں نے مولوی عبدالمطیف صاحب کو سنائی تھیں اور توجہ کر انہوں نے میرے پاس بیان کیا کہ یہ باتیں پہلے سے میرے علم میں ہیں اور بہت سے ایسے عجیب دلائل حضرت مسح کی وفات اور اس بات پر سُنائے کہ اسی زمانہ میں اور

اسی اُمّت سے مسح موعود ہونا چاہئے جس سے مجھے بہت تعجب ہوا اور اس وقت شعر حسن ز بصرہ بلال از جشن یاد آیا۔ اور اکثر ان کا استدلال قرآن شریف سے تھا اور وہ بار بار کہتے تھے کہ کیسے نادان وہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ مسح موعود کی پیشگوئی صرف حدیثوں میں ہے حالانکہ جس قدر قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گیا اور مسح موعود اسی اُمّت میں سے آنے والا ہے اس قدر ثبوت حدیثوں سے نہیں ملتا۔

غرض خدا تعالیٰ نے اُن کے دل کو حقِ یقین سے پُر کر دیا تھا اور وہ پوری معرفت سے اس طرح پر مجھے شناخت کرتے تھے جس طرح درحقیقت ایک شخص کو آسمان سے اُترتا میں فرشتوں کے دیکھا جاتا ہے۔ اس وقت سے مجھے یہ خیال آیا ہے کہ حدیثوں میں جو مسح موعود کے نزول کا ذکر ہے اگرچہ یہ لفظ اکرام اور اعزاز کے لئے محاورہ عرب میں آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ فلاں لشکر فلاں جگہ اُتراء ہے اور جیسا کہ کسی شہر کے نووار کو کہا جاتا ہے کہ آپ کہاں اُترے ہیں اور جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ہی اس رسول کو اُتراء ہے اور جیسا کہ انجیل میں آیا ہے کہ عیسیٰ اور یحیٰ آسمان سے اُترے یعنی با ایں ہمہ یہ نزول کا لفظ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس قدر اس مسح کی سچائی پر دلائل جمع ہو جائیں گے کہ اہل فراست کو اس کے مسح موعود ہونے میں یقین تام ہو جائے گا گویا وہ ان کے روبرو آسمان سے ہی اُتراء ہے۔ چنانچہ ایسے یقین کامل کا نمونہ شہزادہ مولوی عبداللطیف شہید نے دکھایا۔ جان دینے سے بڑھ کر کوئی امر نہیں اور ایسی استقامت سے جان دینا صاف بتلارہا ہے کہ انہوں نے مجھے آسمان سے اُترتے دیکھ لیا اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ امر صاف ہے کہ میرے دعوئی کے تمام پہلو آفتتاب کی طرح چمک رہے ہیں۔ اول قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔ اور اگر بفرض محال قرآن کریم کے مخالف ایک لاکھ حدیث بھی ہو وہ سب باطل اور جھوٹ اور کسی باطل پرست کی بناؤٹ ہے۔ حق وہی ہے جو قرآن نے فرمایا۔ اور حدیثیں وہ ماننے کے لائق ہیں جو اپنے تصویں میں قرآن کے بیان کردہ تصویں سے مخالف نہیں پھر بعد اس کے فیصلہ بھی قرآن شریف نے ہی سورۃ نور میں لفظ منکم کے ساتھ ہی کر دیا ہے کہ اس دین کے

تمام غلیقے اسی اُمت میں سے پیدا ہوں گے اور وہ خلفاء سلسلہ موسوی کے مشیل ہوں گے اور صرف ایک اُن میں سے سلسلہ کے آخر میں موعود ہو گا جو عیسیٰ بن مریم کے مشابہ ہو گا باقی موعود نہیں ہوں گے لیکن نام لے کر اُن کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں ہو گی اور یہ منکم کا الفاظ بخاری میں بھی موجود ہے اور مسلم میں بھی ہے جس کے یہی معنے ہیں کہ وہ مسح موعود اسی اُمت میں سے پیدا ہو گا۔ پس اگر ایک غور کرنے والا اس جگہ پورا غور کرے اور طریق خیانت اختیار نہ کرے تو اس کو ان تین منکم کے لفظوں پر نظر ڈالنے سے یقین ہو جائیگا کہ یہ امر قطعی فیصلہ تک پہنچ چکا ہے کہ مسح موعود اسی اُمت میں سے پیدا ہو گا۔ اب رہا میرا دعویٰ سو میرے دعویٰ کے ساتھ اس قدر دلائل ہیں کہ کوئی انسان نہ ابے حیانہ ہو تو اُس کے لئے اس سے چارہ نہیں ہے کہ میرے دعویٰ کو اسی طرح مان لے جیسا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانا ہے۔ کیا یہ دلائل میرے دعوے کے ثبوت کے لئے کم ہیں کہ میری نسبت قرآن کریم نے اس قدر پورے پورے قرآن اور علامات کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ایک طور سے میرا نام بتلا دیا ہے اور حدیثوں میں کدعہ کے لفظ سے میرے گاؤں کا نام موجود ہے اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مسح موعود کی تیڑھویں صدی میں پیدائش ہو گی اور چودھویں صدی میں اُس کا ظہور ہو گا۔ اور صحیح بخاری میں میرا تمام حلیہ لکھا ہے اور پہلے مسح کی نسبت جو میرے حلیہ میں فرق ہے وہ ظاہر کر دیا ہے اور ایک حدیث میں صریح یہ اشارہ ہے کہ وہ مسح موعود ہند میں ہو گا کیونکہ دجال کا بڑا مرکز مشرق یعنی ہند قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسح موعود دمشق سے مشرق کی طرف ظاہر ہو گا۔ سو قادیانی دمشق سے مشرق کی طرف ہے اور پھر دعویٰ کے وقت میں اور لوگوں کی تکنیک کے دنوں میں آسمان پر رمضان کے مہینہ میں کسوف خسوف ہونا۔ زمین پر طاعون کا پھیلنا۔ حدیث اور قرآن کے مطابق ریل کی سواری پیدا ہو جانا۔ اونٹ بیکار ہو جانے۔ حج روکا جانا۔ صلیب کے غلبہ کا وقت ہونا۔ میرے ہاتھ پر صدر ہاشمیوں کا ظاہر ہونا۔ نبیوں کے مقرر کردہ وقت مسح موعود کے لئے یہی وقت ہونا۔ صدی کے سر پر میرا مسیح ہونا۔ ہزار ہانیک لوگوں کا میری تصدیق کے لئے خوابیں دیکھنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کا یہ فرمان کہ وہ مسح موعود میری اُمت میں سے پیدا ہو گا اور خدا تعالیٰ کی تائیدات کا میرے شامل حال ہونا اور ہزار ہالوگوں کا دولاٹ کے قریب میرے ہاتھ پر بیعت کر کے راستبازی اور پا کدلی اختیار کرنا۔ اور میرے وقت میں عیسائی نہ ہب میں ایک عام تزالزل پڑنا یہاں تک کہ تثییث کی طسم کا برف کی طرح گداز ہونا شروع

ہو جانا اور میرے وقت میں مسلمانوں کا بہت سے فرقوں پر منقسم ہو کر تنزل کی حالت میں ہونا اور طرح طرح کی بدعات اور شرک اور میغواری اور حرام کاری اور خیانت اور دروغگوئی دنیا میں شائع ہو کر ایک عام تغیر دنیا میں پیدا ہو جانا اور ہر ایک پہلو سے انقلاب عظیم اس عالم میں پیدا ہو جانا۔ اور ہر ایک دلنشمند کی شہادت سے دنیا کا ایک مصلح کا محتاج ہونا۔ اور میرے مقابلہ سے خواہ وہ اعجازی کلام میں اور خواہ آسمانی نشانوں میں تمام لوگوں کا عاجز آ جانا۔ اور میری تائید میں خدا تعالیٰ کی لاکھوں پیشگوئیاں پوری ہونا۔ یہ تمام نشان اور علامات اور قرائن ایک خدا ترس کے لئے میرے قبول کرنے کے لئے کافی ہیں۔ بعض جاہل اس جگہ اعتراض کرتے ہیں کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں جیسا کہ آخر ہم کے مر نے کی اور احمد بیگ کے داماد کی پیشگوئی مگر ان کو خدا تعالیٰ سے شرم کرنی چاہئے کیونکہ جس حالت میں کئی لاکھ پیشگوئی روز روشن کی طرح پوری ہو چکی ہے اور دن بدن نئے نئے نشان ظاہر ہوتے جاتے ہیں تو اس صورت میں اگر ایک دو پیشگوئیاں ان کی سمجھ میں نہیں آئیں تو یہ ان کی سراسر شقاوت ہے کہ بیاعث اس بد فہمی کے جس میں خود ان کا تصور ہے خدا تعالیٰ کے ہزار ہا نشانوں اور دلیلوں اور مجوزات سے انکار کر دیں۔ اور اگر اسی طرح پرانکار ہو سکتا ہے تو پھر ہمیں کسی پیغمبر کا پہنچنا بتلاویں جس کی بعض پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی نسبت انکار نہیں کیا گیا۔ چنانچہ ملائی نبی کی پیشگوئی اپنے ظاہری معنوں کے رو سے اب تک پوری نہیں ہوئی۔ کہاں الیاس نبی دنیا میں آیا جس کا یہود کو آج تک انتظار ہے حالانکہ مسیح آچکا ہے جس سے پہلے اس کا آنا ضروری تھا۔ کہاں یہ پیشگوئی مسیح کی پوری ہوئی کہ اس زمانہ کے لوگ ابھی زندہ ہی ہوں گے کہ میں واپس آ جاؤں گا۔ کہاں اس کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ پطرس کے ہاتھ میں آسمان کی سنجیاں ہیں۔ کہاں اس کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ وہ داؤ د کا تخت قائم کرے گا۔ اور کب یہ پیشگوئی ظہور میں آئی کہ اس کے بارہ حواری بارہ تختوں پر بیٹھیں گے۔ کیونکہ یہود اسکر یوٹی مرتد ہو گیا اور جہنم میں جا پڑا اور اس کی بجائے جس کے لئے تخت کا وعدہ تھا ایک نیا حواری تراشنا گیا جو مسیح کے وہم و مگان میں بھی نہ تھا۔ ایسا ہی حدیثوں میں لکھا ہے۔ چنانچہ درِ منثور میں بھی ہے کہ یونس نبی نے یہ پیشگوئی قطعی طور پر بغیر کسی شرط کے کی تھی کہ نبیوں کے رہنے والوں پر چالیس دن کے اندر عذاب نازل ہو گا۔ جوان کو اس معیاد کے اندر ہلاک کر دے گا مگر کوئی عذاب نازل نہ ہوا اور نہ وہ ہلاک ہوئے۔ آخر یونس کو

شرمندہ ہو کر اُس جگہ سے بھاگنا پڑا۔ یہ پیشگوئی باقبال میں یونہ نبی کی کتاب میں بھی موجود ہے جس کو عیسائی خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ پھر باوجود دن سب باتوں کے مسلمان ان پیغمبروں پر ایمان بھی لاتے ہیں اور ان چند اعتراضات کی کچھ پروانہیں کرتے اور وہ دو پیشگوئیاں مذکورہ بالا جن کی نسبت اُن کا اعتراض ہے یعنی آنھم کے متعلق اور احمد بیگ کے داماد کے متعلق اُن کی نسبت ہم بارہالکھ چکے ہیں کہ آنھم کی موت کی پیشگوئی تمام تر صفائی سے پوری ہو گئی۔ اب تلاش کرو آنھم کہاں ہے۔ کیا وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ پیشگوئی کا حاصل یہ تھا کہ ہم دونوں فریق میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے سے پہلے مرے گا سومدت ہوئی کہ آنھم مر گیا اور یہ فقرہ جو اس پیشگوئی میں موجود تھا کہ آنھم پندرہ مہینے کے اندر مرے گا۔ اس کے ساتھ یہ شرط بھی شائع کی گئی تھی کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے مگر آنھم نے اُسی مجلس بحث میں اپنی بے ادبی سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ جب میں نے اُس کو کہا کہ یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی ہے کہ تم نے آنحضرت صلعم کو اپنی کتاب میں دجال لکھا ہے۔ تو سُنتے ہی اُس کا چہرہ زرد ہو گیا اور نہایت تضرع سے اُس نے اپنی زبان منہ سے باہر نکالی اور دونوں ہاتھ کا نوں پر رکھ لئے اور کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہرگز ایسا نہیں کہا۔ اور بڑی عاجزی اور تضرع ظاہر کی اُس وقت ناٹھ سے زیادہ مسلمان اور عیسائی وغیرہ موجود تھے۔ کیا یہ ایسا لفظ نہیں تھا جس کو شوخی اور بے ادبی سے رجوع سمجھا جائے اور پھر وہ پندرہ مہینہ تک مخالفت سے بالکل چُپ رہا اور اکثر گریہ و بکا میں رہا اور اپنی حالت اُس نے بالکل بدلتی۔ پس ایک نیک دل ایماندار کے لئے یہ کافی ہے کہ اُس نے پندرہ مہینے کے اندر کسی حد تک اپنی تبدیلی کر لی تھی۔ اور چونکہ اُس نے خدا تعالیٰ سے خوف کھا کر نرمی اور تضرع اختیار کیا اور قطعاً شوخی اور گستاخی چھوڑ دی بلکہ امر تسریں جوایسے لوگوں کی صحبت اُسے میسر تھی اُس صحبت کو ترک کر کے اور وہ مکان چھوڑ کر وہ فیروز پور میں جا کر مقیم ہو گیا۔ پس ضرور تھا کہ وہ اس قدر خوف سے فائدہ اٹھاتا۔ پس اگرچہ اس بات سے محفوظ نہ رہا کہ میرے پہلے بہت جلد انہیں دونوں میں مر گیا مگر کسی قدر شرط کے پورا کرنے سے فائدہ اٹھا لیا۔ اُس کے مقابل لیکھرا م تھا جس نے پیشگوئی کی میعاد میں کوئی تضرع اور خوف ظاہر نہ کیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ گستاخ ہو کر بازاروں اور گوچوں

اور شہروں اور دیہات میں تو ہیں اسلام کرنے لگا تب وہ میعاد کے اندر ہی اپنی اس بد اعمالی کی وجہ سے پکڑا گیا اور وہ زبان اُس کی جو گالی اور بذریعہ میں چھری کی طرح چلتی تھی اُسی چھری نے اس کا کام تمام کر دیا۔

(۲۱) رہا احمد بیگ کا داماڈ پس ہر ایک شخص کو معلوم ہے کہ یہ پیشگوئی دو شخصوں کی نسبت تھی۔ ایک احمد بیگ کی نسبت اور دوسری اُس کے داماڈ کی نسبت۔ سو ایک حصہ اس پیشگوئی کا میعاد کے اندر ہی پورا ہو گیا یعنی احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا اور اس طرح پر ایک ٹانگ پیشگوئی کی پوری ہو گئی۔ اب دوسری ٹانگ جو باقی ہے اس کی نسبت جو اعتراض ہے افسوس کہ وہ دیانت کے ساتھ پیش نہیں کیا جاتا اور آج تک کسی معرض کے مونہ سے میں نے یہ نہیں سُنا کہ وہ اس طرح پر اعتراض کرے کہ اگرچہ اس پیشگوئی کا ایک حصہ پورا ہو چکا ہے اور ہم بصدق دل اعتراف کرتے ہیں کہ وہ پورا ہوا مگر دوسری حصہ اب تک پورا نہیں ہوا بلکہ یہ پو دیوں کی طرح پورا ہونے والا حصہ بالکل مخفی رکھ کر اعتراض کرتے ہیں۔ کیا ایسا شیوه ایمان اور حیا اور راستبازی کے مطابق ہے؟ اب قطع نظر ان کی خائنانہ طرز گفتگو کے جواب یہ ہے کہ یہ پیشگوئی بھی آخر ہم کی پیشگوئی کی طرح مشروط بشرط ہے یعنی یہ لکھا گیا تھا کہ اس شرط سے وہ میعاد کے اندر پوری ہو گی کہ ان دونوں میں سے کوئی شخص خوف اور خشیت ظاہر نہ کرے سو احمد بیگ کو یہ خوفناک علامت پیش نہ آئی اور وہ پیشگوئی کو خلاف واقعہ سمجھتا رہا مگر احمد بیگ کے داماڈ اور اُس کے عزیزوں کو یہ خوفناک حالت پیش آگئی کیونکہ احمد بیگ کی موت نے ان کے دلوں پر ایک لرزہ ڈال دیا جیسا کہ انسانی فطرت میں داخل ہے کہ سخت سے سخت انسان نمونہ دیکھنے کے بعد ضرور ہر اس اس ہو جاتا ہے سو ضرور تھا کہ اس کو بھی مہلت دی جاتی۔ سو یہ تمام اعتراضات جہالت اور نایبیاں اور تعصبات کی وجہ سے ہیں نہ دیانت اور حق طلبی کی وجہ سے جس شخص کے ہاتھ سے اب تک دس لاکھ سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور ہور ہے ہیں۔ کیا اگر ایک یادو پیشگوئیاں اُس کی کسی جاہل اور بد فہم اور غبی کو سمجھ میں نہ آؤں تو اس سے یہ تیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ تمام پیشگوئیاں صحیح نہیں۔ میں یہ بات حقی وعده سے لکھتا ہوں کہ اگر کوئی مخالف خواہ عیسائی ہو خواہ بگفتمن مسلمان۔ میری پیشگوئیوں کے

مقابل پر اُس شخص کی پیشگوئیوں کو جس کا آسمان سے اُترنا خیال کرتے ہیں۔ صفائی اور یقین اور بداہت کے مرتبہ پر زیادہ ثابت کر سکے تو میں اُس کو نقد ایک ہزار روپیہ دینے کو طیار ہوں مگر ثابت کرنے کا یہ طریق نہیں ہوگا کہ وہ قرآن شریف کو پیش کرے کہ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مان لیا ہے اور یا اس کو نبی قرار دے دیا ہے کیونکہ اس طرح پرتو میں بھی زور سے دعویٰ کرتا ہوں کہ قرآن شریف میری سچائی کا بھی گواہ ہے۔ تمام قرآن شریف میں کہیں یسوع کا لفظ نہیں ہے مگر میری نسبت منکم کا لفظ موجود ہے اور دوسرے بہت سے علامات موجود ہیں۔ بلکہ اس جگہ میرا صرف یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف سے قطع نظر کر کے محض میری پیشگوئیوں اور یسوع کی پیشگوئیوں پر عدالتوں کی عام تحقیق کے رنگ میں نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ ان دونوں میں سے کوئی پیشگوئیاں یا اکثر حصہ اُن کا بحکم عقل کمال صفائی سے پورا ہو گیا اور کوئی اس درجہ پر نہیں۔ یعنی یہ تحقیقات اور مقابلہ ایسے طور سے ہونا چاہئے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف سے منکر ہو تو وہ بھی رائے ظاہر کر سکے کہ ثبوت کا پہلو کس طرف ہے۔

ماسو اس کے اس جگہ مجھے افسوس آتا ہے کہ ہمارے مخالف مسلمان تو کہلاتے ہیں لیکن اسلام کے اصول سے بے خبر ہیں۔ اسلام میں یہ مسلم امر ہے کہ جو پیشگوئی وعید کے متعلق ہو اس کی نسبت ضروری نہیں کہ خدا اس کو پورا کرے یعنی جس پیشگوئی کا یہ مضمون ہو کہ کسی شخص یا گروہ پر کوئی بلا پڑے گی۔ اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اس بلا کوٹال دے جیسا کہ یونس کی پیشگوئی کو جو چالیس دن تک محدود تھی ٹال دیا لیکن جس پیشگوئی میں وعدہ ہو یعنی کسی انعام اکرام کی نسبت پیشگوئی ہو وہ کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْلُفُ الْمِيعَادَ مگر کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْلُفُ الْوَعِيدَ۔ پس اس میں راز یہی ہے کہ وعید کی پیشگوئی خوف اور رُعَا اور صدقہ خیرات سے ٹل سکتی ہے۔ تمام پیغمبروں کا اس پراتفاق ہے کہ صدقہ اور رُعَا اور خوف اور خشوع سے وہ بلا جو خدا کے علم میں ہے جو کسی شخص پر آئے گی وہ رُد ہو سکتی ہے۔ اب

﴿۲۳﴾

سونچ لو کہ ہر ایک بلا جو خدا کے علم میں ہے اگر کسی نبی یا ولی کو اس کی اطلاع دی جائے تو اس کا نام اُس وقت پیش گولی ہو گا جب وہ نبی یا ولی دوسروں کو اُس بلا سے اطلاع دے اور یہ ثابت شدہ بات ہے کہ بلا مل سکتی ہے۔ پس ضرورتاً یہ نتیجہ نکلا کہ ایسی پیش گولی کے ظہور میں تاخیر ہو سکتی ہے جو کسی بلا کی پیش خبری کرے۔

پھر ہم اپنے پہلے کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب جزاہ عبداللطیف صاحب جب قادیان میں آئے تو صرف ان کو یہی فائدہ نہ ہوا کہ انہوں نے مفصل طور پر میرے دعوے کے دلائل سُنے بلکہ ان چند ہمینوں کے عرصہ میں جو وہ قادیان میں میرے پاس رہے اور ایک سفر جہلم تک بھی میرے ساتھ کیا۔ بعض آسمانی نشان بھی میری تائید میں انہوں نے مشاہدہ کئے۔ ان تمام برائیں اور انوار اور خوارق کے دلکھنے کی وجہ سے وہ فوق العادت یقین سے بھر گئے۔ اور طاقت بالا ان کو کچھ کر لے گئی۔ میں نے ایک موقع پر ایک اعتراض کا جواب بھی ان کو سمجھایا تھا جس سے وہ بہت خوش ہوئے تھے۔ اور وہ یہ کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثلی موسیٰ ہیں۔ اور آپ کے خلفاء مثل انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ تو پھر کیا وجہ کہ مسیح موعود کا نام احادیث میں نبی کر کے پکارا گیا ہے۔ مگر دوسرے تمام خلفاء کو یہ نام نہیں دیا گیا۔ سوئیں نے ان کو یہ جواب دیا کہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ خاتم الانبیاء تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تھا۔ اس لئے اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا اور اگر کسی ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰ^۱ کے خلفاء نبی ہیں۔ اس لئے حکمت الہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو بر عایت ختم نبوت بھیجا جائے اور ان کا نام نبی نہ رکھا جائے۔ اور یہ مرتبہ ان کو نہ دیا جائے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو۔ پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسالوں کی مشابہت ثابت ہو جائے۔ اور ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کھلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔ جیسا کہ ایک وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ یا احمد جعلت مُرسلا۔ اے احمد تو مرسل بنایا گیا۔ یعنی جیسے کہ تو بروزی رنگ میں احمد کے نام کا مستحق ہوا۔ حالانکہ تیرنام غلام احمد تھا سو اسی طرح بروز کے رنگ میں نبی کے نام کا مستحق ہے۔

کیونکہ احمد بنی ہے۔ نبوت اس سے منفک نہیں ہو سکتی۔ اور ایک دفعہ یہ ذکر آیا کہ احادیث میں ہے کہ مسیح موعود دو زرد رنگ چادروں میں اُترے گا۔ ایک چادر بدن کے اوپر کے حصہ میں ہوگی اور دوسری چادر بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ سو میں نے کہا کہ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ مسیح موعود دو بیماریوں کے ساتھ ظاہر ہوگا کیونکہ تعبیر کے علم میں زرد کپڑے سے مراد بیماری ہے۔ اور وہ دونوں بیماریاں مجھ میں ہیں یعنی ایک سر کی بیماری اور دوسری کثرت پیش اشارہ تھا کہ مسیح موعود ابھی وہ اسی جگہ تھے کہ بہت سے یقین اور بھاری تبدیلی کی وجہ سے ان پر الہام اور وجہ کا دروازہ ہکولا گیا۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کھل لفظوں میں میری تصدیق کے بارے میں انہوں نے شہادتیں پائیں جن کی وجہ سے آخر کار انہوں نے اس شہادت کا ثابت اپنے لئے منظور کیا جس کے مفصل لکھنے کے لئے اب وقت آگیا ہے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جس طرز سے انہوں نے میری تصدیق کی راہ میں مرتضیٰ قبول کیا اس قسم کی موت اسلام کے تیرہ سو برس کے سلسلہ میں، بجز نمونہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور کسی جگہ نہیں پاؤ گے۔ پس بلاشبہ اس طرح ان کا مرتضیٰ اور میری تصدیق میں نقد جان خدا تعالیٰ کے حوالہ کرنا یہ میری سچائی پر ایک عظیم الشان نشان ہے۔ مگر ان کے لئے جو سمجھو رکھتے ہیں۔ انسان شک و شبہ کی حالت میں کب چاہتا ہے کہ اپنی جان دے دے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو بتاہی میں ڈالے۔ پھر عجب تر یہ کہ یہ بزرگ معمولی انسان نہیں تھا بلکہ ریاست کا بیل میں کئی لاکھ کی ان کی اپنی جا گیر تھی۔ اور انگریزی عملداری میں بھی بہت سی زمین تھی۔ اور طاقت علمی اس درجہ تک تھی کہ ریاست نے تمام مولویوں کا ان کو سردار قرار دیا تھا۔ وہ سب سے زیادہ عالم علم قفر آن اور حدیث اور فقہ میں سمجھے جاتے تھے اور نئے امیر کی دستار بندی کی رسم بھی انہیں کے ہاتھ سے ہوتی تھی۔ اور اگر امیر فوت ہو جائے تو اُس کے جنازہ پڑھنے کے لئے بھی وہی مقرر تھے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں معتبر ذریعہ سے پہچی ہیں۔ اور ان کی خاص زبان سے میں نے سُنا تھا کہ ریاست کا بیل میں پچاس ہزار کے قریب ان کے معتقد اور ارادتمند ہیں جن میں سے بعض ارکان ریاست بھی تھے۔ غرض یہ بزرگ ملک کا بیل میں ایک فرد تھا۔ اور کیا علم کے لحاظ سے اور کیا تقویٰ کے لحاظ سے اور کیا جاہ اور مرتبہ کے لحاظ سے اور کیا خاندان کے لحاظ سے اُس ملک میں اپنی نظریں رکھتا تھا۔ اور علاوہ مولوی کے خطاب کے صاحبزادہ اور انہوں زادہ اور شاہزادہ کے لقب سے اُس ملک میں مشہور تھے۔ اور شہید مرحوم ایک بڑا کتب خانہ حدیث اور

تفسیر اور فقه اور تاریخ کا اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور نئی کتابوں کے خریدنے کے لئے ہمیشہ حریص تھے۔ اور ہمیشہ درس مدرسیں کا شغل جاری تھا۔ اور صدھا آدمی اُن کی شاگردی کا فخر حاصل کر کے مولویت کا خطاب پاتے تھے۔ لیکن با ایں ہمہ مکال یہ تھا کہ بے نفسی اور انکسار میں اس مرتبہ تک پہنچ گئے تھے کہ جب تک انسان فنا فی اللہ نہ ہو یہ مرتبہ نہیں پاس سکتا۔ ہر ایک شخص کسی قدر شہرت اور علم سے محبوب ہو جاتا ہے۔ اور اپنے تین کچھ چیز سمجھنے لگتا ہے۔ اور وہی علم اور شہرت حق طلبی سے اُس کو مانع ہو جاتی ہے۔ مگر یہ شخص ایسا بے نفس تھا کہ با وجود یہ کہ ایک مجموعہ فضائل کا جامع تھا۔ مگر تب بھی کسی حقیقتِ حق کے قبول کرنے سے اُس کو اپنی علمی اور عملی اور خاندانی وجاهت مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ اور آخر سچائی پر اپنی جان قربان کی اور ہماری جماعت کے لئے ایسا نمونہ چھوڑ گیا جس کی پابندی اصل نشانہ خدا کا ہے۔ اب ہم ذیل میں اس بزرگ کی شہادت کے واقعہ کو لکھتے ہیں کہ کس دردناک طریق سے وہ قتل کیا گیا اور اس راہ میں کیا استقامت اُس نے دھلانی کہ بجز کامل قوتِ ایمانی کے اس دارالغور میں کوئی نہیں دھلان سکتا۔ اور بالآخر ہم یہ بھی لکھیں گے کہ ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا کیونکہ آج سے تینیں $\frac{3}{2}$ برس پہلے اُن کی شہادت اور ان کے ایک شاگرد کی شہادت کی نسبت خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی تھی جس کو اُسی زمانہ میں میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں شائع کیا تھا۔ سواس بزرگ مرحوم نے نہ فقط وہ نشان دھلانا یا جو کامل استقامت کے رنگ میں اُس سے ظہور میں آیا۔ بلکہ یہ دوسرا نشان بھی اُس کے ذریعہ سے ظاہر ہو گیا جو ایک مدت دراز کی پیشگوئی اس کی شہادت سے پوری ہو گئی جیسا کہ ہم انشاء اللہ اخیر میں اس پیشگوئی کو درج کریں گے۔

واضح رہے کہ براہین احمدیہ کی پیشگوئی میں دو شہادتوں کا ذکر ہے۔ اور پہلی شہادت میاں عبدالرحمٰن مولوی صاحب موصوف کے شاگرد کی تھی۔ جس کی تکمیل امیر عبدالرحمٰن یعنی اس امیر کے باپ سے ہوئی۔ اس لئے ہم بخلاف ترتیب زمانی پہلے میاں عبدالرحمٰن مرحوم کی شہادت کا ذکر کرتے ہیں۔

**بیان شہادت میاں عبدالرحمٰن شاگرد مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب
رئیس اعظم خوست ملک افغانستان**

مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے تجھنگا دو برس پہلے اُن کے ایما اور ہدایت سے

﴿۳۶﴾

میاں عبدالرحمن شاگرد رشید اُن کے قادیانی میں شاید دو یا تین دفعہ آئے اور ہر یک مرتبہ کئی کئی مہینہ تک رہے اور متواتر صحبت اور تعلیم اور دلائل کے سنبھالنے سے اُن کا ایمان شہداء کارنگ پکڑ گیا۔ اور آخری دفعہ جب کابل واپس گئے تو وہ میری تعلیم سے پورا حصہ لے چکے تھے۔ اور اتفاقاً اُن کی حاضری کے ایام میں بعض کتابیں میری طرف سے جہاد کی ممانعت میں چھپی تھیں۔ جن سے اُن کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ سلسلہ جہاد کا مخالف ہے۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ جب وہ مجھ سے رخصت ہو کر پشاور میں پہنچے۔ تو اتفاقاً خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سے جو پشاور میں تھے اور میرے مرید ہیں ملاقات ہوئی۔ اور انہیں دونوں میں خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک رسالہ جہاد کی ممانعت میں شائع کیا تھا۔ اس سے اُن کو بھی اطلاع ہوئی۔ اور وہ مضمون ایسا اُن کے دل میں بیٹھ گیا کہ کابل میں جا کر جابجا انہوں نے یہ ذکر شروع کیا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا درست نہیں۔ کیونکہ وہ ایک کثیر گروہ مسلمانوں کے حامی ہیں اور کئی کروڑ مسلمان امن و عافیت سے اُن کے زیر سماں یہ زندگی برسر کرتے ہیں۔ تب یہ خبر رفتہ رفتہ امیر عبدالرحمن کو پہنچ گئی۔ اور یہ بھی بعض شریر پنجابیوں نے جواس کے ساتھ ملازمت کا تعلق رکھتے ہیں۔ اس پر ظاہر کیا کہ یہ ایک پنجابی شخص کا مرید ہے جو اپنے تین مسح موعود ظاہر کرتا ہے۔ اور اُس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ انگریزوں سے جہاد درست نہیں بلکہ اس زمانہ میں قطعاً جہاد کا مخالف ہے۔ تب امیر یہ بات سن کر بہت برا فروختہ ہو گیا۔ اور اُس کو قید کرنے کا حکم دیا تا مزید تحقیقات سے کچھ زیادہ حال معلوم ہو۔ آخر یہ بات پاریثوت کو پہنچ گئی کہ ضرور یہ شخص مسح قادیانی کا مرید اور مسلسلہ جہاد کا مخالف ہے۔ تب اُس مظلوم کو گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم بند کر کے شہید کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس کی شہادت کے وقت بعض آسمانی نشان ظاہر ہوئے۔ یہ تو میاں عبدالرحمن شہید کا ذکر ہے۔ اب ہم مولوی صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا دردناک ذکر کرتے ہیں۔ اور اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس قسم کا ایمان حاصل کرنے کے لئے دعا کرتے رہیں۔ کیونکہ جب تک انسان کچھ خدا کا اور کچھ دنیا کا ہے تب تک آسمان پر اُس کا نام مومن نہیں۔

بیان واقعہ ہائلہ شہادت مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم رئیس اعظم خوست علاقہ کابل غفراللہ

﴿۳۷﴾

ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ مولوی صاحب خوست علاقہ کابل سے قادیان میں آ کر کئی مہینہ میرے پاس اور میری صحبت میں رہے۔ پھر بعد اس کے جب آسمان پر یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پاچکا۔ کہ وہ درجہ شہادت پاؤں تو اُس کے لئے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ وہ مجھ سے رخصت ہو کر اپنے دلن کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ اب جیسا کہ معتبر ذرائع سے اور خاص دیکھنے والوں کی معرفت مجھے معلوم ہوا ہے قضا و قدر سے یہ صورت پیش آئی کہ مولوی صاحب جب سرز میں علاقہ ریاست کابل کے نزدیک پہنچنے تو علاقہ انگریزی میں ٹھہر کر بر گیدر محمد حسین کو تو اُل کو جوان کا شاگرد تھا ایک خط لکھا کہ اگر آپ امیر صاحب سے میرے آنے کی اجازت حاصل کر کے مجھے اطلاع دیں تو امیر صاحب کے پاس بمقام کابل میں حاضر ہو جاؤں۔ بلا اجازت اس لئے تشریف نہ لے گئے کہ وقتِ سفر امیر صاحب کو یہ اطلاع دی تھی کہ میں حج کو جاتا ہوں۔ مگر وہ ارادہ قادیان میں بہت دیر تک ٹھہر نے سے پورا نہ ہو سکا اور وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور چونکہ وہ میری نسبت شاخت کرچکے تھے کہ یہی شخص مسح موعود ہے۔ اس لئے میری صحبت میں رہنا ان کو مقدم معلوم ہوا۔ اور بموجب نص آطیعو اللہ و آطیعو الرَّسُولَ حج کا ارادہ انہوں نے کسی دوسرے سال پر ڈال دیا۔ اور ہر ایک دل اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ ایک حج کے ارادہ کرنے والے کے لئے اگر یہ بات پیش آ جائے کہ وہ اس مسح موعود کو دیکھ لے جس کا تیرہ سو^{۱۳۰۰} برس سے اہل اسلام میں انتظار ہے۔ تو بموجب نص صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اس کی اجازت کے حج کو نہیں جاسکتا۔ ہاں بآجازت اس کے دوسرے وقت میں جاسکتا ہے۔ غرض چونکہ وہ مرحوم سید الشہداء اپنی صحبت نیت سے حج نہ کر سکا۔ اور قادیان میں ہی دن گزر گئے۔ تو قبل اس کے کہ وہ سرز میں کابل میں وارد ہوں۔ اور حدود ریاست کے اندر قدم رکھیں احتیاطاً قرین مصلحت سمجھا۔ کہ انگریزی علاقہ میں رہ کر امیر کابل پر اپنی سرگزشت کھول دی

﴿۳۸﴾

جائے کہ اس طرح پرج کرنے سے معدوری پیش آئی۔ انہوں نے مناسب سمجھا کہ برگیڈر محمد حسین کو خط لکھا تو وہ مناسب موقعہ پر اصل حقیقت مناسب لفظوں میں امیر کے گوش گزار کر دیں۔ اور اس خط میں یہ لکھا کہ اگرچہ میں حج کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا۔ مگر مسح موعود کی مجھے زیارت ہو گئی۔ اور چونکہ مسح کے ملنے کے لئے اور اس کی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا و رسول کا حکم ہے۔ اس مجبوری سے مجھے قادیان میں ٹھہرنا پڑا۔ اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا۔ بلکہ قرآن اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا۔ جب یہ خط برگیڈر محمد حسین کو تو وال کو پہنچا تو اس نے وہ خط اپنے زانو کے نیچے رکھ لیا۔ اور اس وقت پیش نہ کیا۔ مگر اس کے نائب کو جو مخالف اور شریر آدمی تھا کسی طرح پتہ لگ گیا۔ کہ یہ مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا خط ہے۔ اور وہ قادیان میں ٹھہرے رہے تب اس نے وہ خط کسی تدبیر سے نکال لیا۔ اور امیر صاحب کے آگے پیش کر دیا۔ امیر صاحب نے برگیڈر محمد حسین کو تو وال سے دریافت کیا کہ کیا یہ خط آپ کے نام آیا ہے۔ اس نے امیر کے موجودہ غیظ و غضب سے خوف کھا کر انکار کر دیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی صاحب شہید نے کئی دن پہلے خط کے جواب کا انتظار کر کے ایک اور خط بذریعہ ڈاک محمد حسین کو تو وال کو لکھا۔ وہ خط افسر ڈاکخانہ نے کھول لیا اور امیر صاحب کو پہنچا دیا۔ چونکہ قضا و قدر سے مولوی صاحب کی شہادت مقدّر تھی۔ اور آسمان پر وہ برگزیدہ بزم رہ شہداء داخل ہو چکا تھا۔ اس لئے امیر صاحب نے اُن کے بلا نے کے لئے حکمت عملی سے کام لیا اور اُن کی طرف خط لکھا کہ آپ بلا خطرہ چلے آؤ۔ اگر یہ دعویٰ سچا ہوگا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خط امیر صاحب نے ڈاک میں بھیجا تھا یا دستی روانہ کیا تھا۔ بہر حال اس خط کو دیکھ کر مولوی صاحب موصوف کابل کی طرف روانہ ہو گئے اور قضا و قدر نے نازل ہونا شروع کر دیا۔ راویوں نے بیان کیا ہے کہ جب شہید مرحوم کابل کے بازار سے گزرے تو گھوڑے پر سوار تھے۔ اور ان کے پیچھے آٹھ سر کاری سوار تھے اور اُن کی تشریف آوری سے پہلے عام طور پر کابل میں مشہور تھا کہ امیر صاحب نے اخوندزادہ صاحب کو دھوکے کے برابر بلا یا ہے۔ اب بعد اس کے دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ جب اخوندزادہ صاحب مرحوم بازار سے

گزرے تو ہم اور دوسرے بہت سے بازاری لوگ ساتھ چلے گئے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ آٹھ سرکاری سوار خوست سے ہی ان کے ہمراہ کئے گئے تھے۔ کیونکہ ان کے خوست میں پہنچنے سے پہلے حکم سرکاری ان کے گرفتار کرنے کے لئے حاکم خوست کے نام آچکا تھا۔ غرض جب امیر صاحب کے رو بروپیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی ان کے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا۔ اس لئے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے۔ اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بوآتی ہے۔ ان کو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر ٹھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کر دو۔ اور زنجیر غرا غراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیں سیر انگریزی کا ہوتا ہے۔ گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے۔ اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے۔ اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو۔ پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرحوم چارمہدینہ قید میں رہے اور اس عرصہ میں کئی دفعہ ان کو امیر کی طرف سے فہماش ہوئی کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادر یا نی درحقیقت مسح موعود ہے تو تمہیں رہائی دی جائے گی مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق اور باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے۔ میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے۔ اور میرے اہل و عیال کی بر بادی ہے۔ مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں۔ شہید مرحوم نے نہ ایک دفعہ بلکہ قید ہونے کی حالت میں بارہا یہی جواب دیا۔ اور یہ قید انگریزی قید کی طرح نہیں تھی جس میں انسانی کمزوری کا کچھ کچھ لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بلکہ ایک سخت قید تھی جس کو انسان موت سے بدتر سمجھتا ہے۔ اس لئے لوگوں نے شہید موصوف کی اس استقامت اور استقلال کو نہایت تعجب سے دیکھا۔ اور درحقیقت تعجب کا مقام تھا کہ ایسا جلیل الشان شخص کہ جو کئی لاکھ روپیہ کی ریاست کابل میں جا گیر کھتنا تھا اور اپنے فضائل علمی اور تقویٰ کی وجہ سے گویا تمام سرزی میں کابل کا پیشوَا تھا۔ اور قریباً پچاس برس کی عمر تک تعمیر اور آرام میں زندگی بسر کی تھی۔ اور بہت سا اہل و عیال اور عزیز فرزند رکھتا تھا۔ پھر یک دفعہ وہ ایسی نگین قید میں ڈالا گیا جو موت سے بدتر تھی اور جس کے تصور سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ

پڑتا ہے۔ ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان وہ اُس روح کے گداز کرنے والی قید میں صبر کر سکے۔ اور جان کو ایمان پر فدا کرے۔ بالخصوص جس حالت میں امیر کابل کی طرف سے بار بار ان کو پیغام پہنچتا تھا کہ اُس قادیانی شخص کے تصدیق دعویٰ سے انکار کر دو تو تم ابھی عزّت سے رہا کئے جاؤ گے۔ مگر اُس قوی الایمان بزرگ نے اس بار بار کے وعدہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھلوں۔ اور کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا۔ اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی اپنی موت کے خوف سے اُس کا انکار کر دوں۔ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پالیا۔ اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں اُس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان چھوڑنے کے لئے طیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔ اُس بزرگ کے بار بار کے یہ جواب ایسے تھے کہ سرز میں کابل کبھی اُن کو فراموش نہیں کرے گی اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ ایمانداری اور استقامت کا کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اس جگہ یہ بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ کابل کے امیروں کا یہ طریق نہیں ہے کہ اس قدر بار بار وعدہ معافی دے کر ایک عقیدہ کے چھوڑانے کے لئے توجہ دلائیں۔ لیکن مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی یہ خاص رعایت اس وجہ سے تھی کہ وہ ریاست کابل کا گویا ایک بازو تھا اور ہزارہا انسان اُس کے معتقد تھے۔ اور جیسا کہ ہم اور پرکھے ہیں وہ امیر کابل کی نظر میں اس قدر منتخب عالم فاضل تھا کہ تمام علماء میں آفتاب کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ پس ممکن ہے کہ امیر کو جائے خود یہ رنج بھی ہو کہ ایسا برگزیدہ انسان علماء کے اتفاق رائے سے ضرور قتل کیا جائے گا اور یہ تو ظاہر ہے کہ آج کل ایک طور سے عنان حکومت کابل کی مولویوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور جس بات پر مولوی لوگ اتفاق کر لیں پھر ممکن نہیں کہ امیر اُس کے برخلاف کچھ کر سکے۔ پس یہ امر قرین قیاس ہے کہ ایک طرف اس امیر کو مولویوں کا خوف تھا اور دوسری طرف شہید مرحوم کو بے گناہ دیکھتا تھا۔ پس یہی وجہ ہے کہ وہ قید کی تمام مدت میں یہی ہدایت کرتا رہا کہ آپ اس شخص قادیانی کو تصحیح موعود ملت مانیں۔ اور اس عقیدہ سے توبہ کریں ۴۵)

تب آپ عزت کے ساتھ رہا کر دیئے جاؤ گے۔ اور اسی نیت سے اس نے شہید مر حوم کو اس قلعہ میں قید کیا تھا جس قلعہ میں وہ آپ رہتا تھا۔ تا متواتر فہم لیش کا موقعہ ملتار ہے۔ اور اس جگہ ایک اور بات لکھنے کے لائق ہے۔ اور دراصل وہی ایک بات ہے جو اس بلا کی موجب ہوئی۔ اور وہ یہ ہے کہ عبدالرحمن شہید کے وقت سے یہ بات امیر اور مولویوں کو خوب معلوم تھی کہ قادیانی جمیع موعود کا دعویٰ کرتا ہے جہاد کا سخت مخالف ہے۔ اور اپنی کتابوں میں بار بار اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس زمانہ میں تلوار کا جہاد درست نہیں۔ اور اتفاق سے اس امیر کے باپ نے جہاد کے واجب ہونے کے بارے میں ایک رسالہ لکھا تھا جو میرے شائع کردہ رسالوں کے بالکل مخالف ہے۔ اور پنجاب کے شرائیز بعض آدمی جو اپنے تین موحدیا اہل حدیث کے نام سے موسم کرتے تھے امیر کے پاس پہنچ گئے تھے۔ غالباً اُن کی زبانی امیر عبدالرحمن نے جو امیر حال کا باپ تھا میری اُن کتابوں کا مضمون سن لیا ہوگا۔ اور عبدالرحمن شہید کے قتل کی بھی یہی وجہ ہوئی تھی کہ امیر عبدالرحمن نے خیال کیا تھا کہ یہ اُس گروہ کا انسان ہے جو لوگ جہاد و حرام جانتے ہیں۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ قضا و قدر کی کشش سے مولوی عبداللطیف مر حوم سے بھی یہ غلطی ہوئی کہ اس قید کی حالت میں بھی جتلادیا کہ اب یہ زمانہ جہاد کا نہیں اور وہ مسح موعود جو درحقیقت مسح ہے اس کی یہی تعلیم ہے کہ اب یہ زمانہ دلائل کے پیش کرنے کا ہے تلوار کے ذریعہ سے مذہب کو پھیلانا جائز نہیں۔ اور اب اس قسم کا پودہ ہرگز بارو نہیں ہوگا بلکہ جلد خٹک ہو جائے گا۔ چونکہ شہید مر حوم سچ کے بیان کرنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور درحقیقت اُن کو سچائی کے پھیلانے کے وقت اپنی موت کا بھی اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے ایسے الفاظ اُن کے منہ سے نکل گئے اور عجیب بات یہ ہے کہ اُن کے بعض شاگرد بیان کرتے ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے۔ اور درحقیقت وہ سچ کہتے تھے کیونکہ سرز میں کابل میں اگر ایک کروڑ اشہتار شائع کیا جاتا۔ اور دلائل قویہ سے میرا مسح موعود ہونا اُن میں ثابت کیا جاتا تو اُن اشہتارات کا ہرگز ایسا اثر نہ ہوتا جیسا کہ اس شہید کے خون کا اثر ہوا۔ کابل کی سرز میں پر یہ خون اُس ستم کی مانند پڑا ہے جو تھوڑے عرصہ میں بڑا درخت بن جاتا ہے۔ اور ہزار ہاپرندے اس پر اپنا بسیرا

لیتے ہیں۔ اب ہم اس دردناک واقعہ کا باقی حصہ اپنی جماعت کے لئے لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب چار مہینے قید کے گزر گئے۔ تب امیر نے اپنے رو برو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام پکھری میں توبہ کے لئے فہمائش کی۔ اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادریانی کی تصدیق اور اُس کے اصولوں کی تصدیق سے میرے رو برو انکار کرو تو تمہاری جان بخشی کی جائے گی اور تم عزت کے ساتھ چھوڑے جاؤ گے۔ شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس دنیا کے حکام کا عذاب تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اُس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ہاں چونکہ میں سچ پر ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدہ کے مخالف ہیں میری بحث کرائی جائے۔ اگر میں دلائل کے رُو سے جھوٹا لکھا تو مجھے سزا دی جائے۔ راوی اس قصہ کے کہتے ہیں کہ ہم اس لفظ کے وقت موجود تھے۔ امیر نے اس بات کو پسند کیا۔ اور مسجد شاہی میں خان ملا خان اور آٹھ مفتی بحث کے لئے منتخب کئے گئے۔ اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو خود بنجاہی ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا۔ بحث کے وقت جمع کیش رکھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اُس بحث کے وقت موجود تھے۔ مباحثہ تحریری تھا صرف تحریر ہوتی تھی۔ اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی۔ اس لئے اُس مباحثہ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ سات بجے صبح سے تین بجے سے سہ ۳ پہر تک مباحثہ جاری رہا۔ پھر جب عصر کا آخری وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ اور آخر بحث میں شہید مرحوم سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر صحیح موعود یہی قادریانی شخص ہے تو پھر تم عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو۔ کیا وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں۔ تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔ قرآن کریم اُن کے مرنے اور واپس نہ آنے کا گواہ ہے۔ تب تو وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی بات کو سُن کر اپنے کپڑے چاڑ دیئے تھے گا لیاں دینے لگے۔ اور کہا اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا۔ اور بڑی غضبانک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ پھر بعد اس کے انونذزادہ حضرت شہید مرحوم اسی طرح پائز بخیر ہونے کی حالت میں قید خانہ میں بھیجے گئے۔ اور اس جگہ یہ بات بیان کرنے سے رہ گئی ہے۔ کہ جب شاہزادہ مرحوم کی اُن

بدقست مولویوں سے بحث ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تواریں لے کر شہید مرحوم کے سر پر کھڑے تھے۔ پھر بعد اس کے وہ فتویٰ کفررات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور یہ چالا کی کی گئی کہ مباحثہ کے کاغذات ان کی خدمت میں عمدانہ بھیج گئے۔ اور نہ عوام پر ان کا مضمون ظاہر کیا گیا۔ یہ صاف اس بات پر دلیل تھی کہ مخالف مولوی شہید مرحوم کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے۔ مگر افسوس امیر پر کہ اُس نے کفر کے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا۔ اور مباحثہ کے کاغذ طلب نہ کئے۔ حالانکہ اُس کو چاہئے تو یہ تھا کہ اُس عادل حقیقی سے ڈر کر جس کی طرف عنقریب تمام دولت حکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا۔ بالخصوص جبکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا نتیجہ ایک معصوم بے گناہ کی جان ضائع کرنا ہے۔ تو اس صورت میں مقتضنا خدا ترسی کا یہی تھا کہ بہر حال افتخار و خیز اُس مجلس میں جاتا۔ اور نیز چاہئے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اس شہید مظلوم پر سختی روانہ رکھتا کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں ان کو رکھتا۔ اور زنجیروں اور ہنچھڑیوں کے شکنجه میں اُس کو دبایا جاتا۔ اور آٹھ سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑے کئے جاتے اور اس طرح ایک عذاب اور رُعب میں ڈال کر اُس کو ثبوت دینے سے روکا جاتا۔ پھر اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو عادلانہ حکم دینے کے لئے یہ تو اُس کا فرض تھا۔ کہ کاغذات مباحثہ کے اپنے حضور میں طلب کرتا بلکہ پہلے سے یہ تاکید کر دیتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے پاس بھیج دینے چاہئیں۔ اور نہ صرف اس بات پر کافایت کرتا کہ آپ ان کا غذات کو دیکھتا بلکہ چاہئے تھا کہ سرکاری طور پر ان کا غذات کو چھپوادیتا کہ دیکھو کیسے یہ شخص ہمارے مولویوں کے مقابل پر مغلوب ہو گیا۔ اور کچھ ثبوت قادیانی کے مسح موعود ہونے کے بارے میں اور نیز جہاد کی ممانعت میں اور حضرت مسیحؐ کے فوت ہونے کے بارے میں نہ دے سکا۔ ہائے وہ معصوم اس کی نظر کے سامنے ایک بکرے کی طرح ذبح کیا گیا۔ اور باوجود صادق ہونے کے اور باوجود پورا ثبوت دینے کے اور باوجود ایسی استقامت کے کہ صرف اولیاء کو دی جاتی ہے پھر بھی اُس کا پاک جسم پھرروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اور اُس کی بیوی اور اُس کے پیتیم بچوں کو خوست سے گرفتار کر کے بڑی ذلت اور عذاب کے ساتھ کسی اور جگہ حراست میں بھیجا گیا۔ اے نادان! کیا مسلمانوں میں اختلاف مذهب اور رائے کی یہی سزا ہوا کرتی ہے۔ تو نے کیا سوچ کر یہ خون کر دیا۔

سلطنت انگریزی جو اس امیر کی رنگاہ میں اور نیز اس کے مولویوں کے خیال میں ایک کافر کی سلطنت ہے کس قدر مختلف فرقے اس سلطنت کے زیر سایہ رہتے ہیں۔ کیا ب تک اس سلطنت نے کسی مسلمان یا ہندو کو اس قصور کی بنا پر چھانسی دے دیا کہ اس کی رائے پادریوں کی رائے کے مخالف ہے۔ ہائے افسوس آسمان کے نیچے یہ بڑا ظلم ہوا کہ ایک بے گناہ معصوم باوجود صادق ہونے کے باوجود اہل حق ہونے کے اور باوجود اس کے کہ وہ ہزار ہا معزز لوگوں کی شہادت سے تقویٰ اور طہارت کے پاک پیرا یہ سے مزین تھا۔ اس طرح بے رحمی سے محض اختلاف مذہب کی وجہ سے مارا گیا۔ اس امیر سے وہ گورنر ہزار ہا درجہ اچھاتھا جس نے ایک مجری پر حضرت مسیحؐ کو گرفتار کر لیا تھا یعنی پیلا طوس جس کا آج تک انجیلوں میں ذکر موجود ہے۔ کیونکہ اس نے یہودیوں کے مولویوں کو جبکہ انہوں نے حضرت مسیحؐ پر کفر کا فتویٰ لکھ کر یہ درخواست کی کہ اس کو صلیب دی جائے یہ جواب دیا کہ اس شخص کا میں کوئی گناہ نہیں دیکھتا افسوس اس امیر کو کم سے کم اپنے مولویوں سے یہ تو پوچھنا چاہئے تھا کہ یہ سنگاری کا فتویٰ کس قسم کے کفر پر دیا گیا۔ اور اس اختلاف کو کیوں کفر میں داخل کیا گیا۔ اور کیوں انہیں یہ نہ کہا گیا کہ تمہارے فرقوں میں خود اختلاف بہت ہیں۔ کیا ایک فرقہ کو چھوڑ کر دوسروں کو سنگار کرنا چاہئے۔ جس امیر کا یہ طریق اور یہ عدل ہے۔ نہ معلوم وہ خدا کو کیا جواب دے گا۔

بعد اس کے فتویٰ کفر لگا کر شہید مرحوم قید خانہ بھیجا گیا۔ صحیح روز شنبہ کو شہید موصوف کو سلام خانہ یعنی خاص مکان دربار امیر صاحب میں بلا یا گیا۔ اُس وقت بھی بڑا مجتمع تھا۔ امیر صاحب جب ارک یعنی قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحوم ایک جگہ بیٹھے تھا ان کے پاس ہو کر گزرے اور پوچھا کہ اخوندزادہ صاحب کیا فیصلہ ہوا۔ شہید مرحوم کچھ نہ بولے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے۔ مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت ہو گیا یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ پھر امیر صاحب جب اپنے اجلاس پر آئے تو اجلاس میں بیٹھتے ہی پہلے اخوندزادہ صاحب مرحوم کو بلا یا۔ اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہے۔ اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے۔ تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے

باطل کو مان لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لئے کہا۔ اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا۔ مگر شہید موصوف نے بڑے زور سے انکار کیا۔ اور کہا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ ان باتوں کو بیان کرنے والے کہتے ہیں۔ کہ یہ سُنی سنائی باقی نہیں بلکہ ہم خود اس مجمع میں موجود تھے اور مجمع کثیر تھا۔ شہید مرحوم ہر ایک فہماش کا زور سے انکار کرتا تھا اور وہ اپنے لئے فیصلہ کر چکا تھا کہ ضرور ہے کہ میں اس راہ میں جان دوں تب اُس نے یہ بھی کہا کہ میں بعد قتل چھ روز تک پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ یہ رقم کہتا ہے کہ یہ قول وحی الٰہی کی بنابر ہوگا جو اس وقت ہوئی ہوگی۔ کیونکہ اس وقت شہید مرحوم منقطع عین میں داخل ہو چکا تھا۔ اور فرشتے اس سے مصافحہ کرتے تھے۔ تب فرشتوں سے یہ خبر پا کر ایسا اُس نے کہا۔ اور اس قول کے یہ معنے تھے کہ وہ زندگی جو اولیاء اور ابدال کو دی جاتی ہے۔ چھ روز تک مجھے مل جائے گی۔ اور قبل اس کے جو خدا کا دن آؤے یعنی ساتواں دن میں زندہ ہو جاؤں گا۔ اور یاد رہے کہ اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں۔ وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَا تَحْسَبَنَ الَّذِينَ قُتُلُوا فِي سَيِّلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا طَبَّكُمْ حَيَاةً** یعنی تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ تو زندہ ہیں۔ پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا۔ اور میں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا۔ کہ ایک درخت سرو کی ایک بڑی لمبی شاخ.... جو نہایت خوبصورت اور سرسزتر تھی ہمارے باغ میں سے کاٹی گئی ہے۔ اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے۔ تو کسی نے کہا کہ اس شاخ کو اس ز میں میں جو میرے مکان کے قریب ہے۔ اُس بیری کے پاس لگا دو جو اس سے پہلے کاٹی گئی تھی۔ اور پھر دوبارہ اُنگی اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی ہوئی کہ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ تم کی طرح شہید مرحوم کا خون ز میں پڑا ہے۔ اور وہ بہت بارور ہو کر ہماری جماعت کو بڑھاوے گا۔ اس طرف میں نے یہ خواب دیکھی اور اس طرف شہید مرحوم نے کہا کہ چھ روز تک میں زندہ کیا جاؤں گا۔ میری خواب اور شہید مرحوم کے اس قول کا مآل ایک ہی ہے۔ شہید مرحوم نے مرکر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے۔ اور درحقیقت میری جماعت

ایک بڑے نمونہ کی مختان تھی۔ اب تک ان میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنی خدمت بجالاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا..... کام کیا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے۔ اور جس قوت ایمان اور انہتا درجہ کے صدق و صفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اور دنیا کی محبت کے لئے دین کو کھود دیتے ہیں۔ اور کسی ادنی امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلے میں بھی داخل ہو کر ان کی دنیا داری کم نہیں ہوتی۔ لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا۔ اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے طیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جواں مرد نے ظاہر کر دیا۔ اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔ خدا سب کو وہ ایمان سکھاوے۔ اور وہ استقامت بخشنے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے۔ مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔

پھر ہم اصل واقعہ کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں۔ کہ جب شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے ان سے ماہیں ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا۔ کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے۔ تب وہ فتویٰ اخوندزادہ مرحوم کے لگلے میں لٹکا دیا گیا۔ اور پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے۔ اور اُسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اُس میں رسی ڈالی گئی۔ تب اُس رسی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے۔ اور امیر اپنے تمام مصاہدوں کے ساتھ اور مع قاضیوں، مفکیوں اور دیگر اہلکاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک

پہنچا۔ اور شہر کی ہزار ہائی ملتوں جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس نماشا کے دیکھنے کے لئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچ تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیئے گئے تھے امیر اُن کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادری سے جو صحیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچالیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر حرم کر۔ تب شہید مرحوم نے جواب دیا۔ کل نعوذ باللہ چھائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ اور جان کیا حقیقت ہے۔ اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔ اور میں حق کے لئے مروں گا۔ تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے۔ اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اُس کا بھائی نصر اللہ خاں اور قاضی اور عبدالاحد کمیداں یہ لوگ سوار تھے۔ اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔ جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا۔ کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں۔ تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاو۔ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلاویں۔ تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اُتر کر ایک پتھر چلایا۔ جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔ پھر بعد اس کے بد قسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے۔ اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھرنہ پھینکا ہو۔ یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھ پتھروں کا جمع ہو گیا۔ پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا۔ کہ میں چھروز تک زندہ ہو جاؤں گا۔ اس پر چھروز تک پھرہ رہنا چاہئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا ۱۳ ارجولائی کو وقوع میں آیا۔ اس بیان میں اکثر حصہ اُن لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے۔ اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں داخل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے جیسا کہ

بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا کسی نے روانہیں رکھا اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصہ لکھا ہے۔ ہر ایک قصہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ قصہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر اُس کا ظلم پورا پورا بیان نہیں کیا اور بہت سی پرده پوشی کرنی چاہی۔ شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدرتی وہ ہو چکی۔ اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ إِنَّمَا يَأْتِ رَبَّكَهُ مُجْرِمًا فَإِنَّكَ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَخْيَىٰ^۱ افسوس کہ یہ امیر زیر آیت وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا^۲ داخل ہو گیا۔ اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرز میں میں اُس کی نظر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لا حاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمد کے حکم میں ہیں۔ جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں۔ اور زن و فرزند کی کچھ بھی پروانہیں کرتے۔ اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔

جو ہر خود کرد آخر آشکار دل ازیں فانی سرا پرداختہ صد ہزاراں اٹدھائش در جہات صد ہزاراں سیل خون خوار و دماں دشت پُخار و بلائش صد ہزار ایں بیاباں کرد طے از یک قدم سرپے دلدار خود افگندة	آل جوان مرد و حمیپ کردگار نقد جاں از بہر جاناں باختہ پُدر خطر ہست ایں بیاباں حیات صد ہزاراں آتشے تا آسمان صد ہزاراں فرخے تا کوئے یار بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم ایں چنیں باید خدا را بندہ
--	---

از پے تریاق زہرے خورده بود
کے رہائی یابد از مرگ آں خسے
زندگی خواہی بخور جام ممات
ایں طلب در نفسِ دون تو کجا
آبرو از بھر عصیاں ریختی
تا بسوزد در جہنم چوں خست
مے شود ایمان تو زیر و زیر
مے نہی دین خدا را زیر پا
اے سیہ باطن ترا با دیں چہ کار
وز گلیم خویش بیرون پا مزن
اے ہداک اللہ چہ بد فہمیدہ
تا نمیری زندگی باشد محال
تا بتا بد بر تو نورِ ذوالجلال
یا مگر زال ذات بے چوں منکری
کرت خوشت افتاد ایں فانی سرا
ناگہاں باید شدن بیرون ازیں
بس ہمیں باشد نشانِ اشقیا
دل نئے ماند بدنیاکش بے
تا در و نالد نی بھر دلستان
زینک مکرم نیست دنیا را اساس
باخدامے باش چوں آخر خداست

اوپے دلدار از خود مردہ بود
تا نہ نوشد جام ایں زہرے کے
زیر ایں موت است پہاں صد حیات
تو کہ گشتنی بندہ حرص و ہوا
دل بدیں دنیائے دوں آدمیختی
صد ہزاراں فوج شیطان در پست
از پے امید یا بھر خطر
از برائے ایں سرانے بے وفا
دیں بود دین فدائے آں نگار
پست ہستی لافِ استعلا مزن
خویشن را نیکِ اندریشیدہ
خوش نہ گردد دلستان از قیل و قال
کبر و کیس را ترک کن اے بد خصال
ایں چنیں بالا ز بالا چوں پری
کاخ دنیا را چہ دیداستی بنا
دل چرا عاقل بے بندہ اندریں
از پے دنیا بردین از خدا
چوں شود بخشناس حق بر کسے
خوشرش آید بیابانِ تپاں
پیش از مردان بکرید حق شناس
ہوش گُن ایں جانیگہ جائے فناست

من چسائی دامن کے تو دانشوری
چوں پئے حق خویشن بر باد کرد
تاکنوں درستگاہ افتاده است
ایں بود مردان حق را انتہا
جان فشاں بر مسلک ربیانی اند
دل زکف وز فرق افتاده کلاہ
آبرو از بھر روئے رینتہ
صدق ورزائ درجناب کبیریا
کار بر جو شندگاں آسان بود
تامنیری کے رہی زیں دارو گیر
دامن آں آں یار کے آید بدست
جان بیفشاں تا ڈگر جانے رسد
چشم بستہ از رہ صدق و یقین
بر گھر تفے زند بد گوہرے
وز سر ہستی قدم برداشت
کس ہے نخیزد کہ گردد دستگیر
رحم بر کورے کند اہل بصر

زہر قاتل گر بدستِ خود خوری
بیں کہ ایں عبداللطیف پاک مرد
جان بصدق آں دلستان را داده است
ایں بود رسم و رہ صدق و وفا
از پئے آں زندہ از خود فانی اند
قارغ افتاده ز نام و عز و جاه
دُور تر از خود بہ یار آمینختہ
ذکرِ شاہ ہم مے دہد یاد از خدا
گربجوانی ایں چنیں ایمان بود
لیک تو افتاده در دنیا اسیر
تامنیری اے سگ دنیا پرست
نیست شو تا بر تو فیضانے رسد
تو گزاری عمر خود در کبر و کیں
نیک دل بانیکواں دارد سرے
ہست دیں تتخم فنا را کاشتن
چوں بیفتی با دو صد درد و نفیر
با خبر را دل تپ بر بے خبر

بچپنیں قانون قدرت اوفتاد
مر ضعیفان را قوی آرد بیاد

اپنی جماعت کے لئے بعض نصائح

﴿۱﴾

اے میری جماعت خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لئے ایسا طیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب طیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بد قسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لئے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تینیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹھنڈی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادتمند لوگو تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سوتیں پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امامہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا سوتیں دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بني نوع کی ہمدردی کرو جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تاخدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے کیونکہ انسان کمزور ہے ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تینیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری رو میں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔

﴿۱۲﴾

اے میری عزیز جماعت یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوں پکڑو اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو اور حدیثوں کو بھی ردِ بُری کی طرح مت پھیلکو کہ وہ بُری کام کی ہیں۔ اور بُری محنت سے اُن کا ذخیرہ طیار ہوا ہے۔ لیکن جب قرآن کے تقویں سے حدیث کا کوئی قصہ مخالف ہو تو ایسی حدیث کو چھوڑ دوتا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآن شریف کو بُری حفاظت سے خدا تعالیٰ نے تمہارے تک پہنچایا ہے سو تم اس پاک کلام کا قدر کرو اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راستبازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی شخص کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اُسی حد تک موثر ہوتی ہیں جس حد تک اس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے۔

اب دیکھو خدا نے اپنی جدت کو تم پر اس طرح پر اکر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزار ہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقع دیا ہے کہ تمام غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب، افتراض جھوٹ یا دعا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تمام یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراض کا عادی ہے یہ بھی اُس نے جھوٹ بولा ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔

پھر ما سوا اس کے میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کے لئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دیجئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک میرے لئے خبریں دی ہیں۔ پس اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو اس قدر دلائل اس میں کبھی جمع نہ ہو سکتے۔ علاوہ اس کے خدا تعالیٰ کی تمام کتابیں اس بات پر گواہ ہیں کہ مفتری کو خدا جلد پکڑتا ہے اور نہایت ذلت سے ہلاک کرتا ہے۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ میرا دعویٰ مجاہب اللہ ہونے کا تحسیس بر سے بھی زیادہ کا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے پہلے حصہ پر نظر ڈال کر تم سمجھ سکتے ہو پس ہر ایک عقلمند سوچ ﴿۶۳﴾

سلکتا ہے کہ کیا کبھی خدا کی یہ عادت ہوئی اور جب سے انسان کو اُس نے پیدا کیا ہے کیا کبھی اُس نے ایسا کام کیا کہ جو شخص ایسا بد طینت اور چالاک اور گستاخ اور مفتری ہے کہ تھیس برس تک ہر روز نئے دن اور نئی رات میں خدا تعالیٰ پر افترا کر کے ایک نئی وحی اور نیا الہام اپنے دل سے تراشتا ہے اور پھر لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی نازل ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ بجائے اس کے کہ ایسے شخص کو ہلاک کرے اپنے زبردست نشانوں سے اس کی تائید کرے اُس کے دعویٰ کے ثبوت کے لئے آسمان پر چاند اور سورج کو پیشگوئی کے موافق گر ہن میں ڈالے اور اس طرح پروہ پیشگوئی جو پہلی کتابوں اور قرآن شریف اور حدیثوں میں اور خود اس کی کتاب براہین احمد یہ میں تھی پوری کر کے دنیا میں دکھاوے۔ اور پھوں کی طرح عین صدی کے سر پر اُس کو مبعوث کرے۔ اور عین صلیبی غلبہ کے وقت میں جس کے لئے کاسر صلیب مسح موعود آنا چاہئے تھا۔ اُس کو اس دعویٰ کے ساتھ کھڑا کر دے۔ اور ہر ایک قدم میں اس کی تائید کرے اور دس لاکھ سے زیادہ اس کی تائید میں نشان دکھاوے اور اس کو دنیا میں عزت دے اور زمین پر اُس کی قبولیت پھیلاوے اور صدھا پیشگوئیاں اُس کے حق میں پوری کرے اور نبیوں کے مقرر کردہ دنوں میں جو مسح موعود کے ظہور کے لئے مقرر ہیں اس کو پیدا کرے اور اُس کی دعائیں قبول فرماؤے اور اُس کے بیان میں تاثیر ڈال دے اور ایسا ہی ہر ایک پہلو سے اُس کی تائید کرے حالانکہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے اور ناحق عمدًا اُس پر افترا کر رہا ہے۔ کیا بتا سکتے ہو کہ یہ کرم و فضل کا معاملہ پہلے مجھ سے خدا تعالیٰ نے کسی مفتری سے کیا۔

﴿۱۲﴾ پس اے بندگاں خدا غافل مت ہو اور شیطان تمہیں وساوں میں نہ ڈالے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ وہی وعدہ پورا ہوا ہے جو قدیم سے خدا کے پاک نبی کرتے آئے ہیں۔ آج خدا کے مرسل اور شیطان کا آخری جنگ ہے۔ اور یہ وہی وقت اور وہی زمانہ ہے۔ جیسا کہ دنیا بی نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ میں ایک فضل کی طرح اہل حق کے لئے آیا پر مجھ سے ٹھٹھا کیا گیا۔ اور مجھے کافر

اور دجال ٹھہرایا گیا اور بے ایمانوں میں سے مجھے سمجھا گیا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا تا وہ پیشگوئی پوری ہوتی جو آیت **غَيْرِ الْمُعْضُوبِ عَلَيْهِمْ لَے** کے اندر مخفی ہے۔ کیونکہ خدا نے منعم علیہم کا وعدہ کر کے اس آیت میں بتا دیا ہے۔ کہ اس امت میں وہ یہودی بھی ہوں گے جو یہود کے علماء سے مشابہ ہوں گے جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی دینا چاہا۔ اور جنہوں نے عیسیٰ کو کافرا اور دجال اور ملد قرار دیا تھا۔ اب سوچو کہ یہ کس بات کی طرف اشارہ تھا۔ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ مسح موعود اس امت میں سے آنے والا ہے اس لئے اس کے زمانہ میں یہود کے رنگ کے لوگ بھی پیدا کئے جائیں گے جو اپنے زعم میں علماء کہلانیں گے۔ سو آج تمہارے ملک میں وہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اگر یہ علماء موجود نہ ہوتے تو اب تک تمام باشندے اس ملک کے جو مسلمان کہلاتے ہیں مجھے قبول کر لیتے۔ پس تمام منکروں کا گناہ ان لوگوں کی گردان پر ہے۔ یہ لوگ راستبازی کے محل میں نہ آپ داخل ہوتے ہیں نہ کم فہم لوگوں کو داخل ہونے دیتے ہیں۔ کیا کیا مکر ہیں جو کر رہے ہیں اور کیا کیا منصوبے ہیں جو اندر ہی اندر ان کے گھروں میں ہو رہے ہیں۔ مگر کیا وہ خدا پر غالب آجائیں گے اور کیا وہ اُس قادر مطلق کے ارادہ کو روک دیں گے جو تمام نبیوں کی زبانی ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ اس ملک کے شریر امیروں اور بد قسمت دولتمند نیاداروں پر بھروسار رکھتے ہیں مگر خدا کی نظر میں وہ کیا ہیں۔ صرف ایک مرے ہوئے کیڑے۔

اے تمام لوگوں رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنا یا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلاوے گا اور جدت اور برہان کے رو سے سب پران کو غلبہ بخشنے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَحْسَرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمُ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا يَهْوَى إِلَيْهِ يَسْتَهْزِئُونَ۔ پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے رو برو آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی اُس کے ساتھ ہوں اُس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقائد سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریم گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب داشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسرا صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومیدا اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوایں تو ایک تھم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تھم بوبیا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

اور یہ خیال مت کرو کہ آریہ یعنی ہندو دیانندی مذہب والے کچھ چیز ہیں۔ وہ صرف اُس زنbor کی طرح ہیں جس میں بجز نیش زنی کے اور کچھ نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ توحید کیا چیز ہے۔ آور روحانیت سے سراسر بے نصیب ہیں۔ عیب چیزی کرنا اور خدا کے پاک رسولوں کو گالیاں دینا ان کا کام ہے اور بڑا کمال ان کا یہی ہے کہ شیطانی و ساوس سے اعتراضات کے ذخیرے جمع کر رہے ہیں اور تقویٰ اور طہارت کی رُوح ان میں نہیں۔ یاد رکھو کہ بغیر روحانیت کے کوئی مذہب چل نہیں سکتا۔ اور مذہب بغیر روحانیت کے کچھ بھی چیز نہیں۔ جس مذہب میں روحانیت نہیں

اور جس مذہب میں خدا کے ساتھ مکالمہ کا تعلق نہیں اور صدق و صفا کی روح نہیں اور آسمانی کشش اُس کے ساتھ نہیں اور فوق العادت تبدیلی کا نمونہ اس کے پاس نہیں وہ مذہب مردہ ہے۔ اس سے مت ڈرو۔ ابھی تم میں سے لاکھوں اور کروڑوں انسان زندہ ہوں گے کہ اس مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لو گے۔ کیونکہ یہ مذہب آریا کا زمین سے ہے نہ آسمان سے۔ اور زمین کی باتیں پیش کرتا ہے نہ آسمان کی۔ پس تم خوش ہوا اور خوشی سے اچھلوکہ خدا تمہارے ساتھ ہے اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینیت تم پر اترے گی اور رُوح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہو گا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتیٰ المقدور بدی کے مقابلہ سے پر ہیز کروتا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل ان کے خدا کے خوف سے لکھل جاتے ہیں انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اُس کو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچے مجھ تمہارے لئے مرنے کو بھی طیار ہوتا ہے اور تمہاری منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے۔ کیا تم اُس سے پیار نہیں کرتے اور کیا تم اُس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے۔ پس جبکہ تم انسان ہو کر پیار کے بدله میں پیار کرتے ہو پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدار اور دنیا کو مقدم رکھنے والا ہے۔ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دکھلائے گا۔



(۶۷)

ذَكْرُ اُسْ پیشگوئی کا جو براہینِ احمدیہ کے صفحہ ۱۵ میں درج ہے
 مع اس پیشگوئی کے جو براہین کے صفحہ ۱۵ میں مندرج ہے یعنی وہ
 پیشگوئی جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف صاحب مرحوم
 اور میاں عبد الرحمن مرحوم کی شہادت کی
 نسبت ہے۔ اور وہ پیشگوئی جو میرے
 محفوظ رہنے کی نسبت ہے

واضح ہو کہ براہینِ احمدیہ کے صفحہ پانچو دس اور صفحہ پانچو گیارہ میں یہ پیشگوئیاں ہیں:-
 وَإِن لَمْ يَعْصِمْ النَّاسَ يَعْصِمُ اللَّهُ مَنْ عِنْدَهُ وَإِنْ لَمْ يَعْصِمْ النَّاسَ شَاتَانٌ تَذَبَّحَانِ وَكُلَّ مَنْ عَلَيْهَا فَانِ لَا تَهْنُوا وَلَا تَحْزُنُوا إِلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدُهُ إِنَّمَا تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَجَئَنَابُكَ عَلَىٰ هُؤُلَاءِ شَهِيدًا وَفِي اللَّهِ أَجْرٌ وَيَرْضُى عَنْكَ رَبُّكَ وَيَتَمَّ اسْمُكَ وَعَسْمِيَ انْ تَحْبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرِّكُمْ وَعَسْمِيَ انْ تَكْرُهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ترجمہ۔ اگرچہ لوگ تجھے قتل ہونے سے نہ بچائیں۔ لیکن خدا تجھے بچائے گا۔ خدا تجھے ضرور قتل ہونے سے بچائے گا اگرچہ لوگ نہ بچائیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ لوگ تیرے قتل کے لئے سعی اور کوشش کریں گے خواہ اپنے طور سے اور خواہ گورنمنٹ کو دھوکہ دے کر مگر خدا ان کو ان کی تدبیروں میں نامادر کرے گا۔ یہ ارادہ الہی اس غرض سے ہے کہ اگرچہ قتل ہونا مومن کے لئے شہادت ہے۔ لیکن عادت اللہ اسی طرح ہے کہ دو قسم کے مرسل من اللہ قتل نہیں ہوا کرتے۔ (۱) ایک وہ نبی جو سلسلہ کے اول پر آتے ہیں جیسا کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت موسیٰ اور

سلسلہ محمد یہ میں ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۲) دوسرے وہ نبی اور مامور من اللہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں جیسے کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سلسلہ محمد یہ میں یہ عا جز۔ یہی راز ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں یعصمک اللہ کی بشارت ہے۔ اور سلسلہ کے اول اور آخر کے مرسل کو قتل سے محفوظ رکھنا اس حکمتِ الہی کے تقاضا سے ہے کہ اگر اول سلسلہ کا مرسل جو صدر سلسلہ ہے شہید کیا جائے تو عوام کو اس مرسل کی نسبت بہت شہہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہنوز وہ اس سلسلہ کی پہلی اینٹ ہوتا ہے۔ پس اگر سلسلہ کی بنیاد پڑتے ہی اس سلسلہ پر یہ پتھر پڑیں کہ جو بانی سلسلہ ہے وہ قتل کیا جائے تو یہ ابتلاء عوام کی برداشت سے برتر ہو گا۔ اور ضرور وہ شہہات میں پڑیں گے۔ اور ایسے بانی کو نعوذ باللہ مفترضی قرار دیں گے۔ مثلاً اگر حضرت موسیٰ فرعون کے رُو برو جا کر اُسی روز قتل کئے جاتے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس روز جس دن قتل کے لئے مکہ میں آپ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تھا کافروں کے ہاتھ سے شہید کئے جاتے۔ تو شریعت اور سلسلہ کا وہیں خاتمہ ہو جاتا اور بعد اس کے کوئی نام بھی نہ لیتا۔ پس یہی حکمت تھی کہ باوجود ہزاروں جانی دشمنوں کے نہ حضرت موسیٰ شہید ہو سکے اور نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو سکے۔ اور اگر آخر سلسلہ کا مرسل شہید کیا جائے تو عوام کی نظر میں خاتمہ سلسلہ پرنا کامی اور نا مرادی کا داغ لگایا جائے گا۔ اور خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ خاتمہ سلسلہ کا فتح اور کامیابی کے ساتھ ہو۔ کیونکہ حکم خواتیم پر ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا منشاء ہرگز نہیں ہے کہ خاتمہ سلسلہ پر دشمن ملعون کو کوئی خوشی پہنچے جیسا کہ اس کا منشاء نہیں ہے کہ سلسلہ کی ابتداء میں ہی پہلی اینٹ کے ٹوٹنے سے ہی دشمن لعنتی خوشی سے بغلیں بجاویں۔ پس اس لئے حکمتِ الہی نے سلسلہ موسویہ کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کی موت سے بچالیا۔ اور سلسلہ محمد یہ کے آخر میں بھی اسی غرض سے کوشش کی گئی یعنی خون کا دعویٰ کیا گیا تا محمدی مسیح کو صلیب پر کھینچا جائے۔ مگر خدا کا فضل پہلے مسیح کی نسبت بھی اس مسیح پر زیادہ جلوہ نما ہوا اور سزا موت سے اور ہر ایک سزا سے محفوظ رکھا۔ غرض چونکہ اول اور آخر سلسلہ کے دو دیواریں ہیں۔ اور دو پشتیان ہیں۔ اس لئے عادتِ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اول سلسلہ اور آخر سلسلہ کے مرسل کو قتل سے محفوظ رکھتا ہے۔

ہے۔ اگرچہ شریار خبیث آدمی بہت کوشش کرتے ہیں کہ قتل کر دیں۔ مگر خدا کا ہاتھ ان کے ساتھ ہوتا ہے بعض وقت نادان دشمن دھوکہ سے یہ خیال کرتا ہے کہ کیا میں نیک نہیں ہوں اور کیا میں نماز اور روزہ کا پابند نہیں۔ جیسا کہ یہود کے فقیہوں اور فریسیوں کو یہی خیال تھا بلکہ بعض ان میں سے حضرت عیسیٰ کے وقت میں مُلْهُم ہونے کا بھی دعویٰ کرتے تھے مگر ایسا نادان یہ نہیں جانتا کہ جو خدا کے صادق بندے ہوتے ہیں۔ اور گھرے تعلق اُس کے ساتھ رکھتے ہیں۔ وہ اُس صدق اور وفا اور محبت اللہی سے نکلیں ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔ اور ان کے دشمن کو ہلاک کرتا ہے۔ جیسا کہ بلعم نے تکتیر اور غرور سے یہ خیال کیا کہ کیا موسیٰ مجھ سے بہتر ہے۔ مگر موسیٰ کا خدا کے ساتھ ایک تعلق تھا جس کو لفظ ادا نہیں کر سکتے اور جو بیان کرنے میں نہیں آسکتا۔ اس لئے اندھا بلعم اس تعلق سے بخبر رہا اور جو اپنے سے بہت بڑا تھا اُس کا مقابلہ کر کے مارا گیا۔ سو ہمیشہ یہ امر واقع ہوتا ہے کہ جو خدا کے خاص حبیب اور وفادار بندے ہیں۔ ان کا صدق خدا کے ساتھ اُس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ یہ دنیا داراند ہے اُس کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس لئے ہر ایک سجادہ نشیوں اور مولویوں میں سے ان کے مقابلہ کے لئے اٹھتا ہے۔ اور وہ مقابلہ اُس سے نہیں بلکہ خدا سے ہوتا ہے۔ بھلایہ کیونکہ ہو سکے کہ جس شخص کو خدا نے ایک عظیم الشان غرض کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور جس کے ذریعہ سے خدا چاہتا ہے کہ ایک بڑی تبدیلی دنیا میں ظاہر کرے ایسے شخص کو چند جاہل اور بزدل اور خام اور ناتمام اور بیوفا زاہدوں کی خاطر سے ہلاک کر دے۔ اگر دو کشیوں کا باہم تکراہ ہو جائے جن میں سے ایک ایسی ہے کہ اُس میں بادشاہ وقت جو عادل اور کریم الطبع اور فیاض اور سعید النفس ہے مع اپنے خاص ارکان کے سوار ہے۔ اور دوسری کشتی ایسی ہے جس میں چند چوہڑے یا چمار یا ساہنی بدمعاش بدوضع بیٹھے ہیں۔ اور ایسا موقع آپڑا ہے کہ ایک کشتی کا بچاؤ اس میں ہے کہ دوسری کشتی مع اس کے سواروں کے تباہ کی جائے تو اب بتلا و کہ اس وقت کوئی کارروائی بہتر ہوگی۔ کیا اُس بادشاہ عادل کی کشتی تباہ کی جائے گی یا ان بدمعاشوں کی کشتی کہ جو حقیر و ذلیل ہیں تباہ کر دی جائے گی۔ میں تمہیں حقیقی کہتا ہوں کہ بادشاہ کی کشتی بڑے زور اور حمایت سے بچائی جائے گی۔ اور ان چوہڑوں چماروں کی کشتی تباہ کر دی جائے گی۔ اور وہ بالکل لاپرواہی سے ہلاک کر دیجے جائیں گے۔ اور ان کے ہلاک ہونے میں خوشی ہوگی کیونکہ دنیا کو بادشاہ عادل کے وجود کی بہت ضرورت ہے۔ اور اس کا مرنا ایک

عالم کا مرنا ہے۔ اگر چند چوہڑے اور چمار مر گئے تو ان کی موت سے کوئی خلل دنیا کے انتظام میں نہیں آسکتا۔ پس خدا تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ جب اُس کے مرسلوں کے مقام پر ایک اور فریق کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو گوہ اپنے خیال میں کیسے ہی اپنے تیس نیک قرار دیں انہیں کو خدا تعالیٰ تباہ کرتا ہے۔ اور انہیں کی ہلاکت کا وقت آ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ جس غرض کے لئے اپنے کسی مرسل کو مبعوث فرماتا ہے اس کو ضائع کرے کیونکہ اگر ایسا کرے تو پھر وہ خود اپنی غرض کا دشمن ہو گا۔ اور پھر زمین پر اُس کی کون عبادت کرے گا۔ دنیا کثرت کو دیکھتی ہے اور خیال کرتی ہے کہ یہ فریق بہت بڑا ہے۔ سو یہ اچھا ہے۔ اور نادان خیال کرتا ہے کہ یہ لوگ ہزاروں لاکھوں مساجد میں جمع ہوتے ہیں کیا یہ بُرے ہیں۔ مگر خدا کثرت کو نہیں دیکھتا وہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ خدا کے خاص بندوں میں محبت الہی اور صدق اور وفا کا ایک ایسا خاص نور ہوتا ہے کہ اگر میں بیان کر سکتا تو بیان کرتا۔ لیکن میں کیا بیان کروں جب سے دنیا ہوئی اس راز کو کوئی نبی یا رسول بیان نہیں کر سکا۔ خدا کے باوبندوں کی اس طور سے آستانہ الہی پر روح گرتی ہے۔ کہ کوئی لفظ ہمارے پاس نہیں کہ اس کیفیت کو دکھلائے۔

اب بعد اس کے بقیہ ترجمہ کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگرچہ میں تھجے قتل سے بچاؤں گا۔ مگر تیری جماعت میں سے دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ اور ہر ایک جوز میں پر ہے آخر فنا ہو گا یعنی بے گناہ اور معصوم ہونے کی حالت میں قتل کی جائیں گی۔ یہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں محاورہ ہے۔ کہ بے گناہ اور معصوم کو بکرے یا بکری سے تشبیہ دی جاتی ہے اور کبھی گائیوں سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس جگہ انسان کا لفظ چھوڑ کر بکری کا لفظ استعمال کیا۔ کیونکہ بکری میں دو ہنر ہیں وہ دودھ بھی دیتی ہے۔ اور پھر اُس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔ اور یہ پیشگوئی شہید مرحوم مولوی محمد عبداللطیف اور اُن کے شاگرد عبدالرحمن کے بارے میں ہے کہ جو براہین احمدیہ کے لکھنے جانے کے بعد پورے تینیں برس بعد پوری ہوئی۔ اب تک لاکھوں کروڑوں انسانوں نے اس پیشگوئی کو میری کتاب برائین احمدیہ کے صفحہ ۱۱۵ میں پڑھا ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ جیسا کہ ابھی میں نے لکھا ہے بکری کی صفتیں میں سے ایک دو دھن دینا ہے اور ایک اُس کا گوشت ہے جو کھایا جاتا ہے۔ یہ دونوں بکری کی صفتیں مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے پوری ہوئیں۔ کیونکہ مولوی صاحب موصوف نے مباحثہ کے وقت انواع اقسام

﴿۷۱﴾

کے معارف اور حقائق بیان کر کے مخالفوں کو دودھ دیا۔ گو بد قسمت مخالفوں نے وہ دودھ نہ پیا اور پھینک دیا اور پھر شہید مرحوم نے اپنی جان کی قربانی سے اپنا گوشت دیا اور خون بھایا۔ تا مخالف اس گوشت کو کھاویں۔ اور اس خون کو پیویں یعنی محبت کے رنگ میں اور اس طرح اُس پاک قربانی سے فائدہ اٹھاویں۔ اور سوچ لیں کہ جس مذہب اور جس عقیدہ پر وہ قائم ہیں۔ اور جس پر ان کے باپ دادے مر گئے کیا ایسی قربانی کبھی انہوں نے کی۔ کیا ایسا صدق اور اخلاص کبھی کسی نے دکھایا۔ کیا ممکن ہے کہ جب تک انسان یقین سے بھر کر خدا کو نہ دیکھے وہ ایسی قربانی دے سکے۔ پیش ایسا خون اور ایسا گوشت ہمیشہ حق کے طالبوں کو اپنی طرف دعوت کرتا رہے گا جب تک کہ دنیا ختم ہو جاوے۔ غرض چونکہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کو ان دو صفتوں کی وجہ سے بکری سے بہت مشابہت تھی۔ اور میاں عبدالرحمٰن بھی بکری سے مشابہت رکھتا تھا۔ اس لئے ان کو بکری کے نام سے یاد کیا گیا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ اس رقم اور اس کی جماعت پر اس ناقہ کے خون سے بہت صدمہ گز رے گا۔ اس لئے اس وجی کے مابعد آنے والے فقردوں میں تسلی اور عزاء پر گزی کے رنگ میں کلام نازل فرمایا جو ابھی عربی میں لکھا چکا ہوں۔ جس کا یہ ترجمہ ہے کہ اس مصیبت اور اُس سخت صدمہ سے تم غمگین اور اُداس مت ہو کیونکہ اگر دو آدمی تم میں سے مارے گئے تو خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ دو کے عوض ایک قوم تمہارے پاس لائے گا۔ اور وہ اپنے بندہ کے لئے کافی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اور یہ لوگ جوان دو مظلوموں کو شہید کریں گے ہم تجھ کو ان پر قیامت میں گواہ لا لیں گے۔ اور کہ کس گناہ سے انہوں نے شہید کیا تھا۔ اور خدا تیرا اجر دے گا اور تجھ سے راضی ہو گا۔ اور تیرے نام کو پورا کرے گا یعنی احمد کے نام کو جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا کی بہت تعریف کرنے والا اور وہی شخص خدا کی بہت تعریف کرتا ہے جس پر خدا کے انعام اکرام، بہت نازل ہوتے ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ خدا تجھ پر انعام اکرام کی بارش کرے گا۔ اس لئے تو سب سے زیادہ اس کا ثنا خواں ہو گا۔ تب تیرا نام جو احمد ہے پورا ہو جائے گا پھر بعد اس کے فرمایا کہ ان شہیدوں کے مارے جانے سے غم مٹ کرو۔ ان کی شہادت میں حکمت الٰہی ہے۔ اور بہت باتیں ہیں جو تم چاہتے ہو کہ وہ وقوع میں آؤں۔ حالانکہ ان کا واقع ہونا تمہارے لئے

اچھا نہیں ہوتا۔ اور بہت امور ہیں جو تم چاہتے ہو کہ وہ واقع نہ ہوں۔ حالانکہ ان کا واقع ہونا تمہارے لئے اچھا ہوتا ہے۔ اور خدا خوب جانتا ہے کہ تمہارے لئے کیا بہتر ہے۔ مگر تم نہیں جانتے۔ اس تمام وجہی میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے (وما رئینا ظلماً اغیظ من هذا) لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گے۔ اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا۔ اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا۔ اور بڑے بڑے ننانچے ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ سُنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہیں دنوں میں سخت ہیضہ کا بل میں پھوٹ پڑا اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اس کا شکار ہو گئے۔ اور بعض امیر کے رشتہ دار اور عزیز بھی اس جہان سے رخصت ہوئے۔ مگر ابھی کیا ہے یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظر نہیں ملے گی۔ ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا۔ کہ ایسے معصوم شخص کو مکال بیدردی سے قتل کر کے اپنے تینیں بتاہ کر لیا۔ اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بد قسمت زمین تو خدا کی نظر سے گرگئی کہ تو اس ظالم عظیم کی جگہ ہے۔

ایک جدید کرامت مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی

جب میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا تو میرا ارادہ تھا کہ قبل اس کے جو ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء

کو بمقام گوردا سپورا یک مقدمہ پر جاؤں جو ایک مخالف کی طرف سے فوجداری میں میرے پرداز ہے یہ رسالت ایجاد کرلوں اور اس کو ساتھ لے جاؤں۔ تو ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے درد گردہ سخت پیدا ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کام ناتمام رہ گیا صرف دو چار دن ہیں۔ اگر میں اسی طرح درد گردہ میں بیتلار ہا جو ایک مہلک بیماری ہے۔ تو یہ تایف نہیں ہو سکے گا۔ تب خدا تعالیٰ نے مجھے دعا کی طرف توجہ دلائی۔ میں نے رات

کے وقت میں جبکہ تین گھنٹے کے قریب بارہ بجے کے بعد رات گزر چکی تھی اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ اب میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ سو میں نے اُسی دردناک حالت میں صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کے تصور سے دعا کی۔ کہ یا الٰہی اس مرحوم کے لئے میں اس کو لکھنا چاہتا تھا۔ تو ساتھ ہی مجھے غنو دی ہوئی اور الہام ہوا۔ سلامٌ قوّلًا من ربِ رحیم۔ یعنی سلامتی اور عافیت ہے یہ خدائے رحیم کا کلام ہے۔ پس فتم ہے مجھے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ ابھی صحیح کے چھپنیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا۔ اور اُسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔ فالحمد لله علی ذالک۔

ایک ضروری امر اپنی جماعت کی توجہ کے لئے

اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں۔ یہاں تک کہ بعض کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے۔ لیکن جب میں اس استقامت اور جانشنازی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اُس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں۔ اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں۔ جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی۔ اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو

☆ اس سے پہلے ایک صریح دعیٰ الٰہی صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی نسبت ہوئی تھی جبکہ وہ زندہ تھے بلکہ قادیانی میں ہی موجود تھے اور یہ دعیٰ الٰہی میگزین انگریزی ۹ فروری ۱۹۰۳ء میں اور الحجم ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء اور البر ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء کام ۲۰ میں شائع ہو چکی ہے جو مولوی صاحب کے مارے جانے کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ قتلَ حَيَّةً وَ زِيْدَ حَيَّةً۔ یعنی ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سنا اور اس کا مارا جانا ایک بیت ناک امر تھا یعنی لوگوں کو بہت بیت ناک معلوم ہوا۔ اور اس کا بڑا اثر دلوں پر ہوا۔ منه

ز میں میں دوبارہ نصب کر دوتا وہ بڑھے اور پھولے۔ سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے اُن کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ سو میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی۔ مگر ابھی تک یہ حال ہے کہ اگر میں ایک تھوڑی سی بات بھی اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے جماعت کے آگے پیش کرتا ہوں تو ساتھ ہی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ مبادا اس بات سے کسی کو ابتلا پیش نہ آوے۔ اب ایک ضروری بات جو اپنی جماعت کے آگے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ لنگر خانہ کے لئے جس قدر میری جماعت وقاً فو قتاً مدد کرتی رہتی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ ہاں اس مدد میں پنجاب نے بہت حصہ لیا ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پنجاب کے لوگ اکثر میرے پاس آتے جاتے ہیں۔ اور اگر دلوں میں غفلت کی وجہ سے کوئی سختی آجائے تو صحبت اور پے در پے ملاقات کے اثر سے وہ سختی بہت جلد دور ہوتی رہتی ہے اس لئے پنجاب کے لوگ خاص کر بعض افراد اُن کی محبت اور صدق اور اخلاص میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہر ایک ضرورت کے وقت وہ بڑی سرگرمی دکھلاتے ہیں اور سچی اطاعت کے آثار ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ ملک دوسرے ملکوں سے نسبتاً کچھ زم دل بھی ہے۔ با ایں ہمہ انصاف سے ڈور ہو گا اگر میں تمام دور کے مریدوں کو ایسے ہی سمجھ لوں کہ وہ ابھی اخلاص اور سرگرمی سے کچھ حصہ نہیں رکھتے۔ کیونکہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف جس نے جاں ثاری کا یہ نمونہ دکھایا وہ بھی تو دُور کی زمین کا رہنے والا تھا جس کے صدق اور وفا اور اخلاص اور استقامت کے آگے پنجاب کے بڑے بڑے مخلصوں کو بھی شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اور کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایک شخص تھا کہ ہم سب سے پیچھے آیا اور سب سے آگے بڑھ گیا۔ اسی طرح بعض دور دراز ملک کے مخلص بڑی بڑی خدمت مالی کر چکے ہیں اور اُن کے صدق و وفا میں کبھی فتورنہ آیا۔ جیسا کہ اخویم سیٹھ عبدالرحمن تاجر مدرس اور چند ایسے اور دوست لیکن کثرت تعداد کے لحاظ سے پنجاب کو مقدم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ پنجاب میں ہر ایک طبقہ کے آدمی خدمت دینی سے بہت حصہ لیتے جاتے ہیں۔ اور دور کے اکثر لوگ اگرچہ ہمارے سلسلہ میں داخل تو ہیں مگر بوجہ اس کے کہ ان کو صحبت کم نصیب ہوتی ہے..... اُن کے دل بکھر دنیا کے گند سے صاف نہیں ہیں۔ امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آخر کار

وہ گند سے صاف ہو جائیں گے اور یا خدا تعالیٰ ان کو اس پاک سلسلہ سے کاٹ دے گا۔ اور ایک مردار کی طرح میرے گے۔ بڑی غلطی انسان کی دنیا پرستی ہے۔ یہ بدجنت اور منحوس دنیا کبھی خوف دلانے سے اور کبھی امید دینے سے اکثر لوگوں کو اپنے دام میں لے لیتی ہے اور یہ اُسی میں مرتے ہیں۔ نادان کہتا ہے کہ کیا ہم دنیا کو چھوڑ دیں۔ اور یہ غلطی انسان کو نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو بے ایمان کر کے ہلاک نہ کرے۔ اے نادان کون کہتا ہے کہ تو اس اسباب کی رعایت چھوڑ دے مگر دل کو دنیا اور دنیا کے فریبوں سے الگ کرو نہ تو ہلاک شدہ ہے۔ اور جس عیال کے لئے تو حد سے زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا کے فرائض کو بھی چھوڑتا ہے۔ اور طرح طرح کی مکاریوں سے ایک شیطان بن جاتا ہے۔ اس عیال کے لئے تو بدی کا نیچ بوتا ہے اور ان کو تباہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ خدا تیری پناہ میں نہیں کیونکہ تو پارسا نہیں۔ خدا تیرے دل کی جڑ کو دیکھ رہا ہے۔ سو تو بے وقت مرے گا اور عیال کو تباہی میں ڈالے گا۔ لیکن وہ جو خدا کی طرف جھکا ہوا ہے اُس کی خوش قسمتی سے اُس کے زن و فرزند کو بھی حصہ ملے گا۔ اور اس کے مرنے کے بعد کبھی وہ بتاہ نہیں ہوں گے۔ جو لوگ مجھ سے سچا عقل رکھتے ہیں۔ وہ اگرچہ ہزار کوں پر بھی ہیں تاہم ہمیشہ مجھے لکھتے رہتے ہیں اور دعا نہیں کرتے رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں موقعہ دے تا وہ برکات صحبت حاصل کریں۔ مگر افسوس کہ بعض ایسے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ قطع نظر ملاقات کے سالہا سال گزر جاتے ہیں اور ایک کارڈ بھی اُن کی طرف سے نہیں آتا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ اُن کے دل مر گئے ہیں۔ اور اُن کے باطن کے چہرہ پر کوئی داغ جذام ہے۔ میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت اُن لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور نماز پر قائم رہتے ہیں۔ اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور رو تے ہیں۔ اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور مسک اور غال فل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعا نہیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا۔ اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں۔ اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں۔ اور جن کو مرننا ہرگز یاد نہیں ہے۔ میں اور میرا خدا اُن سے بیزار ہیں۔ میں، بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا

چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے۔ اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہ کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ ان کی نظر پاک ہے نہ ان کا دل پاک ہے۔ اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیرسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں۔ اور وہ اُس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پروش پاتا ہے۔ اور اُسی میں رہتا اور اُسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔ جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اُس کی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرامکاری کا تمام چولہا اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابع دار ہو جائے اور اپنی تمام خود روی کو الوداع کہ کر میرے پچھے ہو لے۔ میں اُس شخص کو اُس کتنے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے۔ اور جہاں سڑے کے گلے مردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کے لئے ایک جماعت ہو میں چیخ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے۔ تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کرے گا جو صدق اور وفا میں ان سے بہتر ہوگی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں۔ کوئی نہیں جو آسمانی کشش کو روک سکے۔ بعض لوگ خدا سے زیادہ اپنے مکار اور فریب پر بھروسہ رکھتے ہیں شاید ان کے دلوں میں یہ بات پوشیدہ ہو کہ نبوتیں اور رسالتیں سب انسانی مکار ہیں۔ اور اتفاقی طور پر شہر تیں اور قبائل تیں ہو جاتی ہیں۔ اس خیال سے کوئی خیال پلید تر نہیں اور ایسے انسان کو اس خدا پر ایمان نہیں جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتہ بھی گرنہیں سکتا۔ لعنتی ہیں ایسے دل اور ملعون ہیں ایسی طبیعتیں خدا ان کو ذلت سے مارے گا۔ کیونکہ وہ خدا کے کارخانے کے دشمن ہیں۔ ایسے لوگ درحقیقت دہریہ اور خبیث باطن ہوتے ہیں۔ وہ جہنمی زندگی کے دن گزارتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد بھر جہنم کی آگ کے ان کے حصہ میں پکج نہیں۔

اب مختصر کلام یہ ہے کہ علاوہ لنگرخانہ اور میگزین کے جوانگریزی اور اردو میں نکلتا ہے جس کے لئے اکثر دوستوں نے سرگرمی ظاہر کی ہے ایک مدرسہ بھی قادیان میں کھولا گیا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ نو عمر پچے ایک طرف تو تعلیم پاتے ہیں۔ اور دوسری طرف ہمارے سلسلہ کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اس طرح پر بہت آسانی سے ایک جماعت طیار ہو جاتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات ان کے ماں باپ بھی اس سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان دونوں میں ہمارا یہ مدرسہ بڑی مشکلات میں پڑا ہوا ہے۔ اور باوجود یہ کہ محبّی عزیزی اخویم نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اپنے پاس سے اُسی روپیہ ماہوار اس مدرسہ کی مدد کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی اُستادوں کی تخلّوا ہیں ماہ بماہ ادا نہیں ہو سکتیں صد ہاروپیہ قرضہ سر پر رہتا ہے۔ علاوہ اس کے مدرسہ کے متعلق کئی عمارتیں ضروری ہیں جو اب تک طیار نہیں ہو سکیں۔ یعنی علاوہ اور غنوں کے میری جان کو کھارہ ہے۔ اس کی بابت میں نے بہت سوچا کہ کیا کروں آخر یہ تدبیر میرے خیال میں آئی کہ میں اس وقت اپنی جماعت کے مخلصوں کو بڑے زور کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ دلوں کو وہ اگر اس بات پر قادر ہوں کہ پوری توجہ سے اس مدرسہ کے لئے بھی کوئی ماہانہ چندہ مقرر کریں تو چاہئے کہ ہر ایک اُن میں سے ایک مستحکم عہد کے ساتھ کچھ نہ کچھ مقرر کرے جس کے لئے وہ ہرگز تخلف نہ کرے مگر کسی مجبوری سے جو قضاء و قدر سے واقع ہو۔ اور جو صاحب ایسا نہ کر سکیں ان کے لئے بالضورت یہ تجویز سوچی گئی ہے۔ کہ جو کچھ وہ لنگرخانہ کے لئے بھجتے ہیں اس کا چار م حصہ براہ راست مدرسہ کے لئے نواب صاحب موصوف کے نام بھیج دیں۔ لنگرخانہ میں شامل کر کے ہر گز نہ بھیجن بلکہ علیحدہ منی آرڈر کر کر بھیجن۔ اگر چہ لنگرخانہ کا فکر ہر روز مجھے کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کا غم براہ راست میری طرف آتا ہے۔ اور میری اوقات کو مشوش کرتا ہے۔ لیکن یہم بھی مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس لئے میں لکھتا ہوں کہ اس سلسلہ کے جوانوں لوگ جن سے میں ہر طرح امید رکھتا ہوں کہ وہ میری اس التماں کو روی کی طرح نہ پھینک دیں اور پوری توجہ سے اس پر کار بند ہوں۔ میں اپنے نفس سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہوں جو خدا تعالیٰ میرے دل میں ڈالتا ہے۔ میں نے خوب سوچا ہے۔ اور بار بار مطالعہ کیا ہے میری دانست میں اگر یہ مدرسہ قادیان کا قائم رہ جائے تو بڑی برکات کا موجب ہو گا اور اُس کے ذریعہ سے ایک فوج نئے تعلیم یافتہوں کی ہماری طرف آسکتی ہے۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اکثر طالب علم

نہ دین کے لئے بلکہ دنیا کے لئے پڑھتے ہیں۔ اور ان کے والدین کے خیالات بھی اسی حد تک محدود ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی ہر روز کی صحبت میں ضرور اثر ہوتا ہے۔ اگر بین طالب علموں میں سے ایک بھی ایسا نکلے جس کی طبیعت دینی امور کی طرف راغب ہو جائے۔ اور وہ ہمارے سلسلہ اور ہماری تعلیم پر عمل کرنا شروع کرے تو بھی میں خیال کروں گا کہ ہم نے اس مدرسہ کی بنیاد سے اپنے مقصد کو پالیا۔ آخر میں یہ بھی یاد رہے کہ یہ مدرسہ ہمیشہ اس سقماً اور ضعف کی حالت میں نہیں رہے گا بلکہ یقین ہے کہ پڑھنے والوں کی فیض سے بہت سی مدد مل جائے گی یا وہ کافی ہو جائے گی۔ پس اس وقت ضروری نہیں ہوگا کہ لنگر خانہ کی ضروری رقم کاٹ کر مدرسہ کو دی جائیں۔ سواس و سعت کے حاصل ہونے کے وقت ہماری یہ ہدایت منسون ہو جائے گی۔ اور لنگر خانہ جو وہ بھی درحقیقت ایک مدرسہ ہے اپنے چہارم حصہ کی رقم کو پھر واپس پالے گا۔ اور یہ مشکل طریق جس میں لنگر خانہ کو حرج پہنچ گا۔ محض اس لئے میں نے اختیار کیا کہ بظاہر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر مدد کی ضرورت ہے شاید جدید چندہ میں وہ ضرورت پوری نہ ہو سکے۔ لیکن اگر خدا کے فضل سے پوری ہو جائے تو پھر اس قطع بُرید کی ضرورت نہیں۔ اور میں نے یہ جو کہا کہ لنگر خانہ بھی ایک مدرسہ ہے۔ یہ اس لئے کہا کہ جو مہمان میرے پاس آتے جاتے ہیں جن کے لئے لنگر خانہ جاری ہے وہ میری تعلیم سنتے رہتے ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو لوگ ہر وقت میری تعلیم سنتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے گا۔ اور ان کے دلوں کو کھول دے گا۔ اب میں اسی قدر پربلس کرتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ جو مدد عامیں نے پیش کیا ہے میری جماعت کو اُس کے پورا کرنے کی توفیق دے۔ اور ان کے مالوں میں برکت ڈالے۔ اور اس کا رخیر کے لئے ان کے دلوں کو کھول دے آمین ثم آمین۔

وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ

۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء

